

سلسلہ مطبوعات ادارہ تحفظ حسینیت نمبر ۱۳۱

۱. اپنیست کی معتبر کتابوں سے

صرف شیعہ حضرات کیلئے

احباب اللہ

تیسری جلد

حالات عثمان ابن عفان

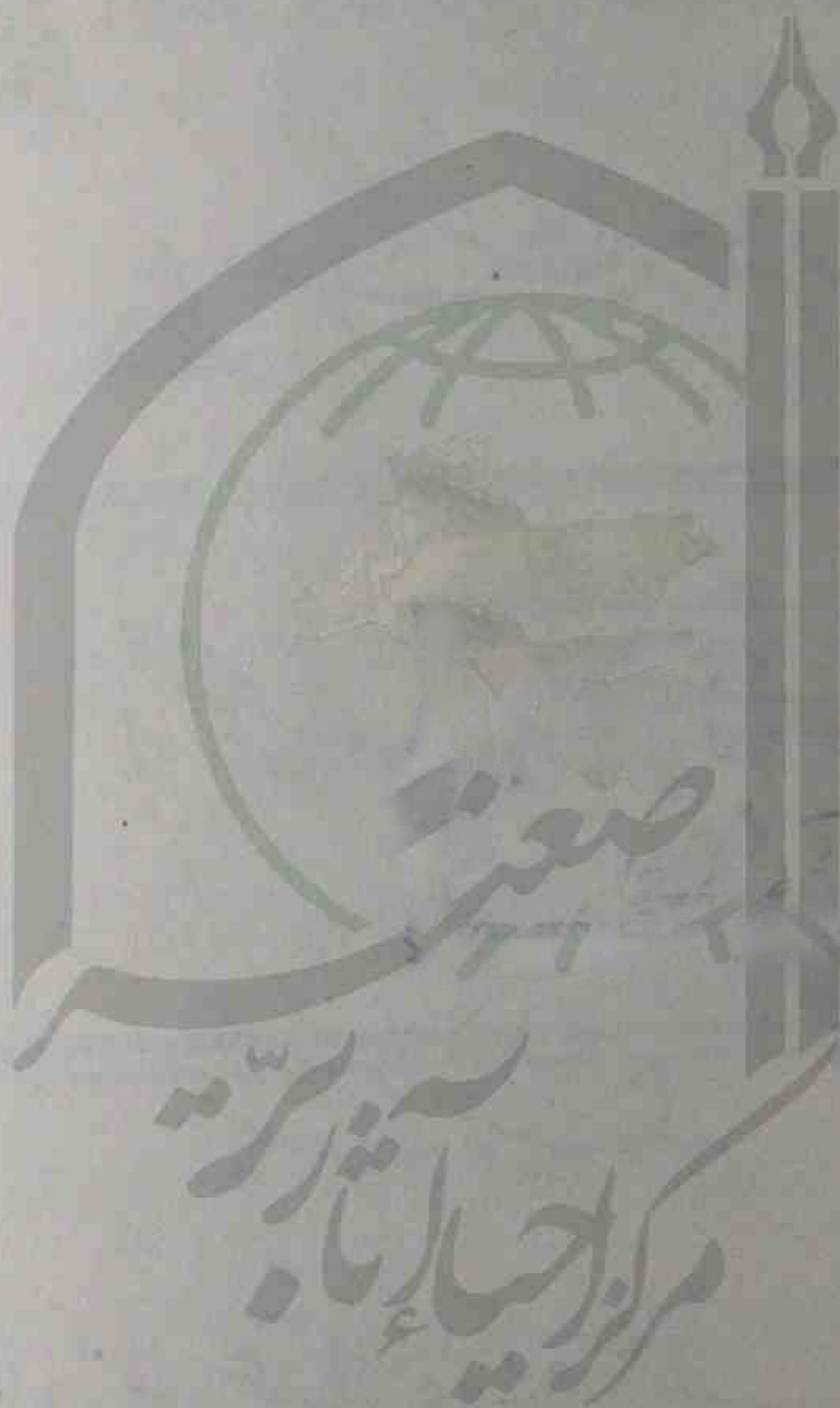
قیمت ۹۰ پیسے

مولف

سید حافظ علی صاحب رضوی
سندیلوی

فائز

ادارہ تحفظ حسینیت لکھنؤ



MAAB 1731

maablib.org

سنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ

عثمان ابن عفان

سنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان کی
نام و نسب کنیت ابو عمر تھی۔ ان کے باپ عفان، دادا

ابی العاص اور پیر دادا امیہ تھے۔
عثمان کے پیر دادا اور اسوی خاندان کے باقی امیہ دراصل
رومی غلام تھے جن کا اصلی نام ذکر ان تھا۔ لیکن ولدیت نامعلوم
اور حقیقہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کو امیہ کے نام سے پکارنے لگے تھے
اس لئے اسی نام سے انھوں نے شہرت پائی اور اسی نام کی نسبت سے
ان کا اولاد بنی امیہ کہلائی۔

عام طور پر یہ غلط اور بے بنیاد بات
مشہور ہو گئی ہے کہ امیہ قریشی تھے اور
ان کا سلسلہ نسب ابو پہل کر آں حضرت
سے مل جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ عرب کے

مشہور و ممتاز خاندان خاندان قریش سے ایتہ کا کوئی نسب تعلق نہ تھا
 بات صرف اتنی تھی کہ عبد الشمس بن عبد منان سے ایتہ کو بحقیقت غلام
 کے پرورش کر لیا تھا۔ وہ مورخین جو اموی حکومت کے زیر اثر اور
 وظیفہ خوار تھے انھوں نے ایتہ کو عبد الشمس بن عبد منان کا بیٹا
 لکھنا شروع کر دیا۔ نتیجہً بعد کے آنے والے بعض مورخین نے بھی
 زحمت تحقیق کو ادا نہ کر کے ابتداً قدماء میں ایتہ کو عبد الشمس کا
 بیٹا لکھ دیا۔

اہلسنت کے مشہور و ممتاز عالم علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس
 حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ ایتہ کا اصل کیا ہے۔ علامہ نے
 ”جب حضرت کو ب وہ بانہ معاویہ میں پہنچے تو انھوں
 نے اٹھائے کلام میں معاویہ سے کہا کہ تم لوگ جھوٹا دعویٰ
 کرتے ہو کہ ایتہ عبد الشمس کا بیٹا تھا بلکہ حقیقت میں
 وہ ذکہ ان غلام عبد الشمس تھا جس کو حقیر سمجھ کر لوگ
 ایتہ کہتے تھے۔“

اصحاب ابن حجر عسقلانی جلد اول ص ۹۱

تقریباً یہی مضمون کتاب طرۃ الادب ص ۱۵۵ میں حضرت شریک
 بن عمرو کے منقولہ میں لکھا ہوا ہے جو انھوں نے معاویہ سے کی تھا
 کتاب رو فی اللان اسیلی میں بھی حضرت زعفران عسقلانی
 رسول اور معاویہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا درج ہے۔

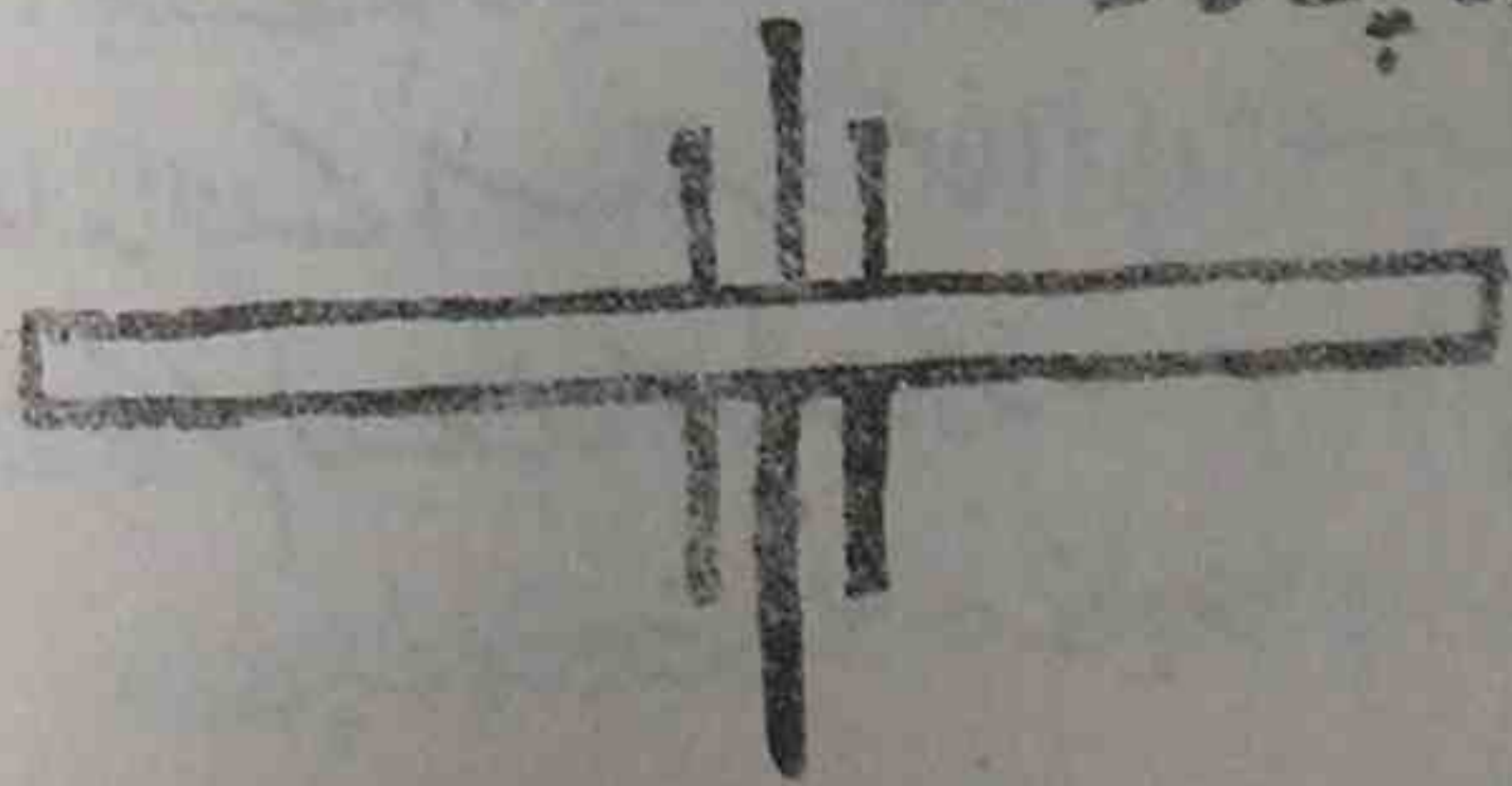
اس امر کا تصدیق ہوتی ہے کہ امیہ عبد الشمس کا بیٹا نہ تھا۔
حفظ ۱۰۰۔
» معاویہ۔ کیا آپ نے حضرت عبد المطلب کو دیکھا تھا؟
غفل۔ ہاں، وہ بہادر، جسیم و ستم تھے ان کے
فرزند ان کو ستاروں کی مانند گھیرے رہتے تھے
» معاویہ۔ کیا آپ نے امیہ کو بھی دیکھا تھا؟
غفل۔ ہاں، وہ عبد الشمس کا چہرہ تھا، مگر بجا اور
شکل غلام تھا۔
» معاویہ۔ نہیں، وہ عبد الشمس کا بیٹا تھا
غفل۔ ہاں، تم لوگ ایسا ہی کہتے ہو لیکن حقیقت
میں وہ نہ کو ان غلام عبد الشمس تھا اسی کو
امیہ کہتے ہیں۔
(روضہ الالاف ص ۵۵)

بہر طور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو محترم قارئین پر واضح
ہو چکی ہے کہ امیہ قریشی نہ تھا بلکہ شہول المنسوب تھا۔ اب
امیہ اور امیہ کے چال چلن اور پیر کس کا بھی مطالعہ کرتے ہیں
تاکہ اموی خاندان کے اسلام دشمن افراد خصوصاً عثمانیہ کے
شعاع رائے قائم کرنے میں سہولت ہو۔
شہید شہید شہید شہید شہید شہید

تاریخ کامل اور اصحابہ میں حضرت
 بدر کردار خاندان سفینہ صحابی رسول کا یہ قصہ موجود
 ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ بنی امیہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ہم سے
 مخصوص ہے تو آپ نے فرمایا "بنی زرقانے بھوٹ کہا وہ تو
 بدکار بادشاہوں میں سے ہیں"۔ اسی طرح کتاب الامثال
 میدانی نیشاپور کا میں ہے کہ سیماء "ارنب" کا عرف "زرقا" تھا
 اور یہی زرقا ابوسفیان کی ماں تھی جس کے یہاں روایت زنا لہرایا
 کرتا تھا

خاندان امیہ کا مورث اعلیٰ خود کس چال چان کا آدمی
 تھا یہ معلوم کرنے کے لئے رسائل جاحظ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ
 "امیہ نے اپنے جیتے جی اپنی بیوی کا اپنے بیٹے ابو عمر سے
 سیاہ دیا اور اس سے "ابومعیط" پیدا ہوا۔
 خلافت سے اس کا جاحظ ص ۹ تا ۱۵

چونکہ کتاب کا اصل موضوع سیر عثمانیہ ہے اس لئے انہی
 خاندان کے کردار پر اس سے زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے الجبتہ حسب ضرورت
 وضاحت ہوتی چلے گی۔



خاندان بنی امیہ کی

اموی خاندان جس کے چشم و چراغ

عثمان تھے اسلام دشمنی مخصوصاً

بنی ہاشم سے نفی و عناد رکھنے

اموی خاندان کے اسلام دشمن افراد

اسلام دشمنی

میں سرفہرست نظر آتا ہے۔ اموی خاندان کے اسلام دشمن افراد

کا ذکر کرتے ہوئے معین الدین ندوی تحریر کرتے ہیں۔

”عقبہ بن معیط“ جو اپنے زور و اثر اور قوت کے لحاظ

سے اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اموی تھا۔ اسی طرح

ابوسفیان بن حرب (معاویہ کا باپ یزید کا دادا) جنہوں

نے قبول اسلام سے پہلے (فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام

قبول کیا تھا اور اس عہد کے مسلمان ابوسفیان کو

تسلیم کرتے تھے) غزوہ بدر کے بعد تمام غزوات میں نہیں

قریش کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ

کیا تھا۔ اموی خاندان کے ایک رکن تھے

دخلفائے راشدین طبع دارا الصنفین اعظم گڑھ

مختصر یہ کہ عثمان عرب کے اسلام دشمن خاندان کے چشم و چراغ

تھے یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمنی سے نفرت ان کو تواریث صفات میں

حاصل ہوئی تھی۔

ابوبکر و عمر کا طرح عثمان کی بھی تاریخ پیدائش کے

متعلق کسی کو کوئی علم نہیں کہ کب پیدا ہوئے۔

پیدائش

معین الدین ندوی لکھتے ہیں۔

"حضرت عثمان واقوفیل کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی

سے ۴۷ برس قبل پیدا ہوئے۔"

(خلفائے راشدین طبع دار المصنفین ص ۱۸۴)

مصر کے مشہور محقق ڈاکٹر طحطاح حسین سن پیدائش کی روایات پر تبصرہ

کرتے ہوئے ایک اچھی بات لکھتے ہیں۔

"کوئی صاحب آپ کو ۶۲ ہی برس کا بتاتے ہیں۔ محض

اس خیال سے کہ حضرت عثمان کا شمار بھی ۶۳ سال

کی عمر کے مرنے والوں میں ہو جائے اور ان کو رسول اللہ

کا ہم عمر بنا دیا جائے۔"

(عثمان طبع بسبی ص ۶۸)

امام السنن عبدالمشکور پاپانا لوی نے اپنا کتاب

تسیر خلفائے راشدین میں اپنے تیسرے خلیفہ

سلیہ

کالیوں پر بہا مارا ہے۔

"قد متوسط اور رنگ سفید مائل بہ زردی۔ چہرہ مبارک

پر چھلک کے چند نشانات۔ دائرہ کھنسی کھنسی سر میں

بال رکھتے تھے۔ آخر عمر میں زرد خضاب بالوں میں لگاتے

تھے اور دانتوں کو سونے کے تاروں سے بندھوا دیتا تھا"

دستیر خلفائے راشدین طبع لکھنؤ ص ۱۹۹

”ناک اور سچی اور آگے کو بھکی ہوئی تھی“

دخلفائے راشدین طبع دارا لمصنفین

عظم گڑھ ۱۲۶۲ھ

معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو زرد روی زیادہ پسند تھی چھٹی زرد
چہرہ پر زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور دانت سونے سے مڑھوا
تھے لیکن ہے آنکھیں بھی کاوڑ کی وجہ سے زرد ہی ہوں۔

تاریخ ہمیشہ ایسے افراد کے از ابتدا تا انتہا

ابتدائی حالات حالات زندگی کو اپنے دامن میں جگہ دیتی

ہے جن کا تعلق کسی اعلیٰ خاندان اور خصوصاً اس خاندان سے رہا ہو یا

جسے ملک و قوم کی خدمات انجام دی ہوں یا کسی مخصوص صفت

کی وجہ سے ممتاز رہا ہو یا ان افراد کے حالات زندگی محفوظ کرتی ہے

جنہوں نے اپنی غیر معمولی سفید عام سرگرمیوں کی وجہ سے عوام کی نگاہیں

اپنی طرف موڑ لی ہوں یا پھر یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ابتدائی حالات

قابل توجہ نہ ہوں مگر کسی بلند منزل پر پہنچنے کے بعد وہ شخص خود اپنے

ابتدائی حالات کا تذکرہ کرے۔ مگر یہ صورت اس وقت ممکن ہے کہ جب

maablib.org

اس کو اپنے ابتدائی حالات کے ذکر سے شرمندگی نہ ہو۔

بہر حال ابو بکر اور عمر کی طرح عثمان کے حالات زندگی پر کوئی روشنی

دالنے سے تاریخ قاصر ہے۔ مولوی معین الدین ندوی کا صرف

لکھ سکے کہ (ملاحظہ ہو ص ۱۰)

”بچپن اور سن رشد کے حالات پر وہ خفایں ہیں لیکن قرآن
سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے عام اہل عرب کے خلاف اسی
زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ عہد شباب کا آغاز
ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے۔“

(خلفائے راشدین طبع دار المصنفین ص ۱۸۴)

ڈاکٹر طہ حسین اپنی کتاب الفتنہ الکبریٰ میں لکھتے ہیں۔

”حضرت عثمان کی زندگی کے ابتدائی حالات بعض دوسرے

صحابہ کی طرح عہد جاہلیت کی تاریکی میں ہیں اور تاریخ کی گرفت

سے باہر اسلام نے نہ صرف ان حضرات کی زندگیوں کو،

دنوں کو اور عقول کو ایک نئی مخلوق بنا دیا تھا بلکہ اس نے ان

کی تاریخ کو بھی از سر نو جنم دیا تھا۔“

(عثمان طبع مکتبہ سبھی ص ۶۷)

ابو المنذر ہشام نے اپنی کتاب مشاہیر بنی امیہ میں لکھا ہے کہ

”حضرت عثمان کے باپ عفان بن ابی اس سے لوگ محنت

کا کام لیتے تھے اور ان سے دل لگی کی جاتی تھی۔“

اصلاحی معرفت الصحابہ جلد اول ص ۱۱ میں ہے کہ

حکم بن کيسان حجام بنی مخزوم کے غلام نے آمنہ بنت عفان

ہمیشہ عثمان سے نکاح کیا اور وہ مستطابہ گری کرتی تھی

”حیوة النبیوان دیری“ میں تحریر ہے کہ عثمان کے حقیقی چچا حکم بن ابی اس

جانوروں کو بدھیا بنانے کا کام کرتے تھے۔
خود حضرت عثمان کا قول بہ قول تارخ کامل ابن اثیر میں

”میں ایسے خاندان سے ہوں جو اپنی فقر و فاقہ اور قلیل
ساختیں ہیں“

مذہبہ بالاسوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ عثمان اور ان کا خاندان
فقیر پیشہ اور انتہائی ادنیٰ درجہ کا تھا اسی وجہ سے تارخ ان کے
ابتدائی حالات سے غالی نظر آتی ہے۔

ابو بکر اور عمر نے جن حالات میں اور جس منصوبہ
قبول اسلام کو نشانہ تک پہنچانے کے لئے اسلام قبول کیا
فاس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ تقریباً یہی صورت عثمان بن عفان
کے قبول اسلام کی بھی تھی۔ مسند مواد تاریخی انکشاف کرتا ہے کہ پہلے
عثمان نے اپنا خیال سعدی سے جو مشہور کاہنہ تھیں فروغ اسلام
کا حال سنا اور انھیں کے ترغیب دلائے یہ قبول اسلام کا خیال پیدا
ہوا۔ مگر کے مشہور مؤرخ ڈاکٹر طرطوس حسین کی معرکہ الاراک کتاب الفتنہ
الکبریا کے اردو ترجمہ ”عثمان“ سے معلوم ہوتا ہے کہ

”آپ عثمانؓ کی خیال سعدی نے نبی کریم کے متعلق
آپ سے کچھ باتیں کیں اور آپ کو رغبت دلائی۔ یہ کاہنہ
تھیں اور غیب کی باتیں بتاتی تھیں“ (عثمان ص ۶۹ طبع بمبئی)

خالد صاحبہ کے ترغیب دلانے کے بعد عثمان ایک روز اپنے
 چھپنے کے دوست ابو بکر سے ملے اور ان سے اس مسئلہ میں مشورہ
 چاہا۔ چونکہ ابو بکر پہلے ہی سفر شام میں گاہنوں سے عروج اسلام
 کا تذکرہ سن کر اسلام کے ذریعہ حصول تخت و تاج کا منصوبہ بن
 چکے تھے اس لئے انہیں اپنا ایک بازو مضبوط کرنے کے لئے عثمان
 کے تعاون کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے عثمان کو بھی قبول
 اسلام کا مشورہ دیا۔ جبکہ بعد عثمان نے فوراً اسلام قبول کر لیا
 مولانا عبدالحی فاروقی اپنی کتاب "خلفائے اربعہ" میں لکھتے ہیں
 "آپ کے تعلقات ایام جاہلیت میں حضرت ابو بکر سے
 دوستانہ تھے۔ ایک روز وہ حضرت ابو بکر سے ملنے
 آئے تو اسلام کی بابت گفتگو ہوئی انہوں نے قبول
 اسلام پر آمادگی ظاہر کی۔"

خلفائے اربعہ ص ۱ طبع دہلی
 "خلفائے راشدین" مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کی عبارت ملاحظہ
 "ایام جاہلیت میں ان (ابو بکر) سے اور حضرت عمر سے ارتباط
 تھا اور اکثر نہایت مخلصانہ صحبت رہی تھی ایک روز جب
 وہ حسب معمول حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور اسلام کے
 متعلق گفتگو شروع کی۔ حضرت ابو بکر کی گفتگو سے آپ اتنے
 متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول

کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

دخلفائے راشدین طبع دار المستفین ص ۱۸۱

قبول اسلام کیوں؟

برائے ترکہ سب

یا برائے حکومت؟

اسلام ثلاثہ پر ناقدانہ نگاہ

تاریخ کا غیر جانب دارانہ

مطالعہ اپنے قارئین کو اس

نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ اصحاب

ثلاثہ کا اسلام نیک شہاد

مبہنی غور و تفکر کا نتیجہ نہ تھا

بلکہ ان کے قبول اسلام کے

لئے حسب ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے۔

۱۔ ابو بکر آنحضرت کے اخلاق و کردار اور تعلیمات قرآنی سے

تاثیر ہو کر اسلام نہیں لائے بلکہ گاہیوں اور دشمنوں کی پیشین گوئیوں پر

ایمان لا کر برائے حصول اقتدار مادھی مسلمان ہوئے۔

۲۔ عشرہ مبشرہ تو اسلام اور خود بانی اسلام کو ختم کر دینے کی ہر

محنت و جہد کی لیکن مسلسل ناکامیوں کے بعد یہ محسوس کر کے اسلام

قبول کر لیا کہ یہ دین فطرت انسانیت سے قریب ہونے کی وجہ سے ملے

کے بجائے کرہ اور منہ کے چپے چپے پر چھپا جائے گا۔ ایسی صورت میں سوائے

اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر تنہا

حکومت و اقتدار پوری کی جائے۔

۳۔ عثمان نے ابو بکر کی طرح کارہنوں اور منجھوں کی پیشین گوئیوں پر ایمان لا کر اور ابو بکر کے مشورے سے "ثلاثہ یلان" کو تقویت پہنچانے کے لئے نیز جذبہ شاہی کی تسکین کے لئے اسلام قبول کیا۔

ان تاریخی حقائق پر نظر کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عثمان ثلاثہ کے مسلمان ہو جانے کا اصلی مقصد و سبب صرف اقتدار مادی کی تلاش، ملک گیری کا جذبہ، تخت و تاج کی خواہش اور ایک ایسا شہنشاہی نظام قائم کرنا تھا جس میں خواہشات نفس کی تکمیل فراٹھ مذہبی کی ادائیگی سمجھی جائے۔ چونکہ اصحاب ثلاثہ ترکہ نفس اور حقوق الشریک ادائیگی کے لئے اسلام نہیں لائے تھے اس لئے انھوں نے مخالفین دنیاوی۔ حکومتوں جیسا نظام قائم کرنے کی ان تھک کوشش کی۔ ایسا نظام جس میں حصول منفعت کی ہر امکانی سعی مستحسن قرار پائے خواہ وہ منفعت دوسروں کو ظلم و تشدد کا شکار بنا کر ہی کیوں نہ حاصل ہو۔ یہاں جسے کہیں گو مورخین عہد ثلاثہ میں رائج نظام کو دنیاوی الہی نظام قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ جیسا کہ مصر کے مشہور مورخ و محقق ڈاکٹر طرہ حسین لکھتے ہیں۔

”اکثر لوگ خیال کرتے ہیں اس عہد کا نظام ایک الہی نظام ہے جو آسمانوں سے اترتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔ اصل بات خلیفہ اور اس کے رعایا کے دلوں کا متاثر ہونا ہے۔ عثمان ص ۴۴ ترجمہ عبد اکبیر نعمانی طبع ممبئی

”اسلامی نظام حکومت الہی نہ تھا“ کے عنوان سے ڈاکٹر طہ حسین نے اپنی کتاب ”الفیۃ الکبریٰ“ میں ایک طویل باب قلمبند کیا ہے جو یقیناً قابلِ ملاحظہ ہے۔ اس باب کا ایک فیصلہ کن جزو اور ملاحظہ ہو جو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے ذہن میں الہیات کا ادنیٰ سا بھی تصور نہ تھا۔ موصوف لکھتے ہیں

”جو لوگ اس نظام کو خلفائے ثلاثہ کی حکومت کو، الہی نظام تصور کرتے ہیں وہ حقیقت میں ان الفاظ اور کلمات کے دھوکا کھاتے ہیں جو خلفاء کے خطبات میں پڑھتے ہیں۔ نیز ان روایات سے جو خلفاء کے بارے میں عام طور سے مشہور ہیں اور جن میں اللہ کا ذکر، اللہ کا حکم اور اس کی سلطانی اور اطاعت کا تذکرہ ہے۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ الفاظ اور یہ روایات اس امر کا ثبوت ہیں کہ نظام حکومت آسمانی تھا۔ حالانکہ ان میں صرف ایک بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بالکل عام لیکن ساتھ ہی ساتھ بڑی اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ ”مخلافت“ خلفاء اور عام مسلمانوں کے مابین ایک معاہدہ ہے۔

(عثمان ص ۳ طبع بمبئی)

سچ کہا ہے ڈاکٹر طہ حسین نے کہ ان خلفاء نے اپنے خطبات میں اللہ کی سلطانی اور اطاعت کا جہاں بھی تذکرہ کیا ہے اس کا

مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان ان کی حکومت کو اللہ کا حکم سمجھا
قبول کر لیں اور پھر وہ سب کچھ کریں جو یہ چاہیں خواہ ان کا حکم
اللہ کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

یہ طور اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد کہ اصحاب ثلاثہ
کے ذہن میں کسی الہی نظام کا تصور نہ تھا اور وہ صرف ایک دنیاوی
حکمران کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا تعلیمات اسلامی میں آئینہ نشین
کرنا، اسلام کو دین جہانیا بنانا اور امر الہی و احکامات رسول
کو پس پشت ڈال کر اپنے اغراض و مقاصد کے لئے اپنے افکار و افکار
کو فروغ دینا زیادہ حیرت انگیز بات نہیں ہے۔

البتہ یہ بات ضرور حیران کن ہے کہ عام مسلمان جو ہمہ وقت
جہاں و کمال رسالت کا مشاہدہ کیا کرتے تھے، جنہوں نے بحیثیت
کو دیکھ کر اسلام قبول کیا تھا یا جو سیر سرور کائنات سے متاثر ہوئے
تھے اور وہ جو یہ جانتے تھے کہ رسول حکومت کرنے نہیں آئے ہیں
بلکہ تزکیہ نفس کے ذریعہ اخلاق انسانی سنوارنے اور مرحلہ آخرت
آسان کرنے آئے ہیں وہ عقل و بصیرت سے اتنے بعید کیوں ہو گئے
کہ انہوں نے اصحاب ثلاثہ کے منصوبہ کو نہ سمجھا اور ان کی غیر اسلامی
حرکات کو دیکھنے کے بعد بھی انہیں خلیفہ رسول کی حیثیت دیدی۔

سے بریں عقل و دانش بباہر گریست

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تلوار، طاقت، دولت اور

خصوصاً ذہن کا نیم پکی نے حقائق پر گہرے پردے ڈال دیے تھے
جس کی وجہ سے مسلمان حقیقت کو چھوڑ کر مجاز میں گم ہو گیا۔
اسلام حقیقت کو مٹانے کے لئے

عثمان کے متعلق

"نوشہ پلان" کے تحت اسلام کا نام
دے کر جس شہنشاہی نظام کی

آں حضرت کی پیشین گوئی

ابنہ اداں حضرت کی وفات کے
بعد ۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ اور جس کی بنیادوں کو عمر ابن خطاب نے
اپنے دس سالہ عہد حکومت میں مضبوط کیا تھا وہ شہنشاہی نظام
۲۴ھ میں عثمان کے تحت حکومت پر بیٹھنے کا اپنے پورے خدو و خا
میں نظر آنے لگا۔ اس عہد کے متعلق جناب سرور کائنات
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اہل بصیرت کی ہدایت
کے لئے جو پیشین گوئیاں فرمائیں تھیں کتب تاریخی اسکی بات کی شہادت
دیتا ہیں کہ وہ حرف بہ حرف صادق آئیں۔

اگر اہل دانش غور فرمائیں تو امتیاز حق و باطل کے لئے پیشین
گوئیاں ہی کافی ہیں۔ کتاب تطہیر الجنان بر حاشیہ صواعق موعظہ
طبع مصر ۱۳۱۱ھ ملاحظہ ہو۔

"ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے سنا کہ رسول خدا
نے فرمایا کہ ایک جبار جبار بنی امیہ سے میرے تحت پر بیٹھے
گا تو اس کی ناک سے خون بہاں جاری ہوگا" (تطہیر الجنان بر

حاشیہ صواعق موعظہ

اس پیش گوئی کے متعلق صاحبِ دروغۃ الاحباب تحریر فرماتے ہیں
 اہل سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ سند
 خلافت پر آئے تو تین ماہ تک خون رفاف جاری رہا یعنی
 نکسیر پھوٹا کی (دروغۃ الاحباب)

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی تاریخِ خلفاء میں عثمانؓ کی نکسیر
 پھوٹنے کا تذکرہ کیا ہے۔

پیر و ابن دجال محبِ عثمان
 آن حضرت کی ایک اور پیشین گوئی
 آگئی وہ بھی ملا حفظہ کرتے چلیں اور
 ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

”آن حضرت نے فرمایا کہ جب دجالؑ خون و جگرے گا
 تو اس کی پیروی وہی لوگ کریں گے جو عثمانؓ کو دوست رکھتے
 ہوں گے“ (علامہ ذہبی)

آن حضرت کا یہ ارشاد بتلاتا ہے کہ دجالؑ جیسے دشمنِ دین
 کی پیروی اور اطاعت وہ لوگ کریں گے جن کے سخت ائد کا روئے
 عثمانؓ لائقِ محبت و عقیدت ہوں گے۔ کیا آن حضرت کا یہ ارشاد
 اہل بعیرت کے مشعلِ ہدایت نہیں ہے؟

عثمانؓ اور جہاد
 تاریخِ اسلام کا ہر طالبِ علم اس
 حقیقت سے واقف ہے کہ عثمانؓ
 عفان نے اپنے پیشِ رو خلفاء سے بھی زیادہ میدانِ جہاد کا

بہاد سے گریز کرنے والوں کے لئے قرآن مجید کیا ارشاد کرتا ہے
 اس کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ ثلاثہ کی پیروی کے آخری رکن
 عثمان بن عفان کے اصلی کردار کے متعلق کسی نتیجہ تک پہنچنے میں

آسانی ہو۔
 ۱۔ کیا تم لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں داخل

ہو جاؤ گے قبل اس کے کہ اللہ امتحان لے کہ تم لوگوں میں سے
 کس نے جہاد کیا اور کون صابر رہا۔ (قرآن مجید)

۲۔ اگر تم سستی کرو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو خدا

تم کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا (یہ قرآن کا
 وعدہ جو ہر حال پورا ہو گا اس میں کسی ذات کو بھی

ستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے خواہ خلیفہ ہو اس کے پیرو
 اسلام کی یہ پہلی دفاعی جنگ تھی جو کفار قریش

جنگ بدر اور لشکر اسلام کے درمیان ۳۱ھ میں بدر کے

مقام پر واقع ہوئی۔ عثمان بن عفان اپنی اہلیہ کی علالت کے عذر

کی وجہ سے اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر بھی ان حضرات نے
 تالیف قلب اور ترغیب و تحریر کی خاطر مال غنیمت سے عثمان کو بھی

حصہ دیا۔
 وہ عثمان (جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس
 لئے آپ نے ان کو بھی مجاہد قرار دیا اور بدر کے مال میں

ہے ایک مجاہد کے برابر حصہ ان کو عنایت فرمایا۔

(خلفائے راشدین طبع دار المصنفین ص ۱۸۹)

امام اہلسنت عبدالشکور صاحب جو اس صدی کے نصف اول تک خلفائے ثلاثہ کے سب سے بڑے ترجمان اور پیروکار رہے وہ بخت ثلاثہ میں ایسے سرشار تھے کہ کسی ایک بات پر قائم رہنا ان کے واسطے نہایت مشکل امر تھا چنانچہ جنگ بدر کے مشعلی بیک کرشن قلم ایک ہی صفحہ پر دو متضاد باتیں تحریر کرتے ہیں ملاحظہ ہو

”جب ہجرت کے بعد غزوہات کا سلسلہ شروع ہوا تو بدر سے لے کر تبوک تک غزوہات میں شریک رہے۔“

جب غزوہ بدر پیش آیا تو رقیہ بہت بیمار تھیں۔ چنانچہ یہ نہیں گئے اور بیمار داری میں مشغول رہے۔“

اب قارئین غور رہی فیصلہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا مختصر سی عبارت میں دونوں خطا کشیدہ جملوں میں سے کون سچ ہے پہلا جس میں جنگ بدر میں شرکت ظاہر کی گئی ہے یا دوسرا جس میں جنگ بدر میں شرکت کا انکار کیا گیا ہے۔

maablib.org

جنگ بدر میں شکست فاش کھانے

جنگ احد کے بعد کفار قریش پہلے سے زیادہ تیار

ہو کر مدینہ کی طرف بڑھے کوہ احد کے دامن میں سترہ میں شکست

اسلام اور کفار قریش کے درمیان مقابلہ ہوا عثمان بن عفان

اس جنگ میں ہرکاب رسالت تھے۔ لیکن تورخین و محمد بن
 حسنت کا اجتماع ہے کہ ابو بکر و عمر کی طرح میدان جنگ سے فرار
 کرنے والوں میں عثمان بن عفان بھی تھے۔ لیکن عثمان کو دو باتیں
 ابو بکر و عمر سے ممتاز بنا دیتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ عثمان فرار کے بعد
 پھرے روز واپس ہوئے۔ محمد ابن جریر طبری لکھتے ہیں
 عثمان بن عفان اور انصار کے دو آدمی عقبہ بن عثمان
 سعد بن عثمان نے فرار کیا تو جلعب پہنچ گئے جو مقام انہوں
 کے قریب مدینہ کے پاس ایک پہاڑ ہے تو وہاں تین دن قیام
 کیا۔ پھر رسول خدا پاس یہ لوگ واپس آئے تو ان
 لوگوں کا بیان ہے کہ رسول خدا نے کہا کہ تم لوگ تو مجھ سے
 ملے گئے (تاریخ طبری)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرار ثلاثہ و ہر امیان ثلاثہ کی داستان

یوں بیان کی ہے۔
 کچھ لوگوں نے شہر مدینہ ہجرا کر قسبر لیا اور عثمان بن عفان
 انہیں لوگوں میں تھے۔ جنگ کا مرحلہ ختم ہونے اور آتش
 کارزار کے سرد ہونے کے بعد خدمت رسول میں واپس
 آئے (مدارج النبوة)

عثمان کے سلسلہ میں جو دوسری بات مورخین نے طبری شریعت
 سے تحریر کی ہے وہ یہ کہ خداوند عالم نے ان کے جرم سے فرار کو معاف

کر دیا۔ معلوم نہیں تذکرہ نویسوں نے اس معافی کا تذکرہ ابوبکر اور
عمر کے حالات کے ذیل میں کیوں نہیں کیا۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمع قرآن کے وقت جب عثمان کے سامنے
وہ آیات آئیں جن میں احد سے فرار کرنے والوں کی قدح کی گئی ہے اور
رسول اسلام اور خالص مومن کے لئے تائید الہی کا ذکر کیا گیا ہے تو
عثمان نے اپنے مصاحبین سے بطور فخر تذکرہ کیا کہ ان آیتوں کے ذریعہ
خداوند عالم نے میرے جرم فرار کو معاف فرمادیا بس یہیں سے مفسرین
کو موقع ملا انھوں نے حالات فرار عثمان کے ذیل میں معافی کا تذکرہ کر دیا
ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ مفسرین اس معافی کا تذکرہ دیگر حالات کے
ذیل میں نہ کریں۔

بہر طور فرار عثمان کے متعلق امام اہلسنت عبدالشکور پٹانالوی
کا قول ملاحظہ ہو۔

"بعض روایات میں حضرت عثمان کا نام بھی ہٹ جانے
والوں میں لیا گیا ہے۔ اگرچہ اس ہٹ جانے پر کوئی ملامت
نہیں ہو سکتی لیکن خداوند عالم ضرور ملامت کی خواہ عبدالشکور
کے نزدیک یہ فعل قابل ملامت نہ ہو، اول اس وجہ سے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سے سراسیمہ
ہو کر ہٹے تھے۔

دوم اس وجہ سے کہ ان ہٹ جانے والوں کے حق میں صاف طور

قرآن مجید میں وارد ہو گیا ہے کہ
 "وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ"۔

"تحقیق کہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا"۔
 دستِ خلفائے راشدین موافق عبد الشکور ص ۲۰۶

ابھی چند سطور قبل غزوہ بدر کے

بھاگے مگر نہیں بھاگے ذیل میں امام اہلسنت کی تضاد
 بیانی اور پریشیاں نویسی کی ایک مثال دی جا چکی ہے یہاں
 جنگِ احد کے سلسلہ میں بھی تضاد بیانی کرتے ہوئے قرآن مجید

کے واضح اور غیر مبہم اعلان کو جھٹلا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو
 اور جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں ان کو معاف کر دیا

کے فوراً بعد لکھتے ہیں

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان جیسے حلیل الشان
 عظیم المناقب صحابی کے متعلق کسی قابل اعتراض بات
 کا ثبوت کسی معمولی روایت سے جو اخبارِ احاد کی حیثیت
 رکھتی ہو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہذا حضرت عثمان کا
 احد میں میدانِ جنگ سے ہٹ جانا قابل تسلیم نہیں"
 دستِ خلفائے راشدین موافق عبد الشکور ص ۲۰۶

اب یہ معترض کون حل کرے کہ امام اہلسنت اپنے خلیفہ کے فرار
 کا اقرار کر کے کہتے ہیں کہ ان کا فرار قابلِ مذمت نہیں اس لئے کہ خدا

انرا کیا ہے لیکن کسی ہم کے سر کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔
 یہ کہ یہ تو مسلمہ امر ہے کہ ہر اسلامی لڑائی میں عثمان نے سر
 کے کسی بھی موقع کو ضائع نہیں کیا۔

ابو بکر اور عمر کے عہد حکومت میں
 عثمان عہدِ خلیفہ میں عثمان کی زندگی کے تقریباً تیرہ
 سال ان دونوں کی حکومت مضبوط و مستحکم کرنے اور ان کے
 ہر اقدام کی تائید کرنے میں جس طرح صرف ہوئے اس کا خلاصہ
 سعید الدین ندوی نے اپنی کتاب خلفائے راشدین طبع دارالمصنفین

ہیں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ
 بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکر صدیق کے دست مبارک
 پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ خلافت صدیقی میں عثمان
 شوریٰ کے ایک مقہورین تھے۔ سوا دو برس کی خلافت کے
 بعد حضرت ابو بکر نے رحلت کی اور حضرت کی وصیت اور
 عام مسلمانوں کی پسندیدگی سے حضرت فاروق اعظم سند
 آراء خلافت ہوئے۔ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے
 کہ عام مسلمان عمر کی خلافت کو پسند کرتے تھے دیکھئے
 اصحاب ثلاثہ جلد ۱۲ حضرت عمر کے استخلاف کا وصیت
 نامہ حضرت عثمان کے ہاں تھا۔ لکھا گیا اس سلسلہ میں یہ بات

کا ظر رکھنے کے قابل ہے کہ وصیت نامہ کے دوران
کتابت کسی خلیفہ کا نام لکھنے سے قبل ہی حضرت ابو بکر غنیشی
طاری ہو گئی حضرت عثمان نے اپنی عقل و فراست سے
سمجھ کر اپنی طرف سے حضرت عمر کا نام لکھ دیا۔

(بحوالہ ابن سعد جزو ۳۰ قسم اول تذکرہ ابو بکر)

تقریباً دس برس خلافت کے بعد ۳۳ھ میں عسکری سفر
آخرت اختیار کیا۔ مرض الموت میں لوگوں کے اصرار سے
عمرہ خلافت کے لئے چھ کا نام پیش کیا ان چھ میں سے کسی کو
منتخب کر لیا جائے۔ علی، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد و قاص
اور عبدالرحمن بن عوف اور تاکید کی کہ تین دن کے اندر انتخاب
کا فیصلہ ہو جانا چاہئے (بحوالہ ابن سعد تذکرہ عثمان)

(خلفائے راشدین طبع دار المصنفین ص ۱۹۳)

معین الدین ندوی نے عہد شیخین میں عثمان بن عفان کی سرگرمیوں
کا جو خلاصہ تحریر کیا اس میں دو باتیں لائق توجہ ہیں۔

اول یہ کہ اس پورے خلاصہ میں عثمان کا کوئی کارنامہ ایسا نہیں

ملا جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ انھوں نے اسلام اور تعلیمات رسول

اسلام کی نشر و اشاعت میں کیا خدمات انجام دیے سوائے اس کے

کہ یہ ابو بکر اور عمر کے حربہ مند نہ گئی گذارتے رہے دوسرے یہ کہ عثمان

نے ابو بکر کی بے ہوشی سے فائدہ اٹھانے کے وصیت نامہ میں عمر کا نام اپنی

مردن سے بڑھا دیا۔ جعلی کاغذات تیار کرنے کے جرم کی ابتدا غالباً یہیں سے

ہوئی۔
 عثمان کو خلیفہ بنانے کیلئے عمر ابن خطاب نہ میراث نام نہ رسم کاری
 کھانے کے بعد اس مسئلہ میں انتہائی فکر مند تھے کہ کیسے عثمان کو خلیفہ
 بنوادیں وہ خود اپنی سیاست کے رد عمل سے خوفزدہ تھے۔ ان کو جو
 زوال اسلام کا آغوشا اندیشہ پریشان کر رہے تھے انہیں محمد حسین مہیکل نے یوں بیان کیا ہے
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو واقعات
 سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش آئے تھے وہ ان کی نظر کے سامنے
 تھے اور اب تو صورت حال اس سے بھی زیادہ نازک تھی
 پہلے خلافت کا دعویٰ صرف ہذا جو بن و انصار تک محدود تھا
 لیکن اب روم و ایران کی جنگوں میں تمام عربوں نے شرکت
 کی تھی اس لئے ہر قبیلہ یہ سمجھتا تھا کہ اسے خلیفہ کے انتخاب
 کا حق حاصل ہے اور یہ بھی اس وقت تھا جب بعض قبیلے
 یہ دعویٰ نہ کرتے کہ خلافت کے لئے وہ بھی اپنا ناما پندہ بھیجے
 کے سوا ہیں اس صورت میں عربوں اور نو زائیدہ اسلامی
 سلطنت کے لئے جو خطرہ تھا خطرہ صرف عثمان کے لئے تھا
 حضرت عمر تمام مسلمانوں سے زیادہ اسے محسوس فرما رہے تھے

چنانچہ بہت ہی قلیل مدت سوچ زنجار کے بعد فوراً خلافت
کو چھ آدمیوں حضرت عثمان بن عفان حضرت عیسیٰ
ابن ابی طالب حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ بن عبید
حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کی
مجلس مشاورت پر منحصر کر دیا۔

اس کے بعد ارکان مجلس شوریٰ کو حکم دیا منتخب خلیفہ
سے اختلاف کرنے والے ایک یا دو آدمیوں کو قتل کر دینا اور اگر
تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو عبدالرحمن بن عوف والی
جماعت کی بات مان کر دوسری جماعت کے تینوں لوگوں کو قتل کرنا
عثمان کو خلیفہ بنانے کے لئے شوریٰ کا جو ڈھونگ عمر ابن خطاب نے
رچایا تھا اگرچہ وہ ہر اعتبار سے عثمان کے لئے مفید تھا پھر بھی عثمان
کو خطرہ تھا کہ کہیں بات الٹ نہ جائے اس لئے وہ بھی پریشان تھے
اس بات کا پتہ یوں چلتا ہے کہ

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں "لوگ کھڑے ہو کر مشورہ
کرنے لگے تھے حضرت عثمان نے ایک یا دو بار مشورے میں
شامل ہونے کی دعوت دی۔ لیکن میں اس میں شامل
ہونا پسند نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ان کے معاملہ
میں ہوگا وہی جو والد نے کہا تھا۔ اور خدا کی قسم میں نے

بہت ہی کم دیکھا ہے جو والد نے چاہا ہو وہ ہوا ہو۔
جب حضرت عثمان نے مجھ سے بہت زیادہ اصرار کیا تو
میں نے کہا کیا آپ لوگوں عقل نہیں ہے کہ امیر المؤمنینؓ
زندہ ہیں اور آپ امیر بنارہے ہیں

(عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل ص ۷۷)

محمد حسین ہیکل کی مندرجہ بالا عبارت سے جہاں خلافت کیلئے
عثمانؓ کا بے چینی اور فکر مندی کا اظہار ہو رہا ہے وہاں اس
کا بھی اہم ترین انکشاف ہوتا ہے کہ عمر ابن خطابؓ نے جملہ یا چند
(حضرت اعلیٰ کو چھوڑ کر) ارکان مجلس شوریٰ کو یہ ہدایت بھی کر دی
تھی کہ تمہیں بہر حال عثمانؓ ہی کو منتخب کرنا ہوگا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی
تو عثمانؓ کے بار بار مشورہ کرنے کے اصرار پر پھر ابن خطابؓ کے صاحبزادے
عبدالرحمنؓ یہ نہ کہتے کہ

”میں جانتا تھا کہ ان کے معاملہ میں ہوگا وہی جو والد

نے کہا تھا“

بہر حال عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کیلئے عمر ابن خطابؓ نے مجلس
شوریٰ کا منصوبہ تیار کیا اور پھر ارکان شوریٰ کو ہدایت بھی کر دی
کہ عثمانؓ ہی کو بنانا بیسا کہ خود عمرؓ کے صاحبزادے کا بیان ہے جو
انہوں نے عثمانؓ کی بے چینی کم کرنے کیلئے دیا تھا۔ پھر بھی عمر ابن خطابؓ
یہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر مجلس شوریٰ کا کھلا ہوا اجلاس ہوا

تو عوامی دباؤ کی وجہ سے شاید حق مخالفت حق بردار کو ہونا پڑا
اور غیر مستحق محروم رہے اس لئے انکھوں نے مناسبت سمجھا کر ہتھیار
کا اعلان نہ صرف بند کرے میں ہو بلکہ ملو اردن کی چھاؤں میں ہو پھر
مشہور محقق محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں ۔

”لوم ہوتا ہے کہ حضرت دور تھے کہ لوگ ان کی ذات
کے بعد ایک دوسری مخالفت کرینگے اور ان کا یہ مخالفت ثورث
کی صورت اختیار کر جائے گی ۔ بنو ہاشم حضرت علیؑ کی
مدد کریں گے بنو ابی موسیٰ عثمان کا ساتھ دیں گے اور اہل فوج
زبیر یا طلحہ یا سعد کو چاہیں گے کہ یہ تینوں ممتاز سید ہوں
میں سے تھے چنانچہ حضرت عسیر انصار کو بلا کر کہا
”انھیں تین دن تک ایک گھر میں بند رکھو اگر ٹھیک ٹھیک
کام کریں تو خیر ۔ ورنہ گھر میں گھس کر ان کی گردنیں مار دینا“
پھر ”ابو طلحہ انصاری“ کو بلایا جو عرب کے گنے چنے بہادر
میں سے تھے اور ان سے کہا ”جس گھر میں یہ مشورہ کریں اس
کے دروازہ پر کھڑے ہو جان اور کسی کو گھر میں جانے نہ دینا“
دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ابو طلحہ اپنے قبیلے کے
بچوں میں انصاریوں کو لے کر ارکان شوریٰ کے ساتھ رہنا میرا
خیال ہے کسی ایک رکن کے گھر میں جمع ہوں گے تم اپنے
ساتھیوں کو لے کر اس گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو جانا

اور کسی کو گھر میں جانے نہ دینا ان لوگوں کو تین دن سے
زیادہ مہلت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طبع لاہور)

بہر طور جب عمر اپنی حکمت عملی سے عثمان کے خلیفہ منتخب ہونے
اور مخالفین عثمان کے قتل کر دیئے جانے کا منصوبہ بنا کر یکم محرم
کو انتقال کر گئے۔ تو یہ وگرا م کے مطابق ارکان شوری
کا اجلاس منعقد ہوا تاکہ خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔

مجلس شوری کی کارروائی اس مجلس شوری نے کس پہنچ سے
مجلس شوری کی کارروائی کام شروع کیا اور سارے کے سارے
مخالفین علی ابن ابی طالب نے کیا انداز اختیار کیا اس کا تفصیلی
بیان طول کا سبب ہو گا لہذا اہلسنت کی معتبر ترین کتب کا خلاصہ پیش
کیا جاتا ہے۔

عبدالرحمن بن عوف نے عمر کے منصوبہ کو بروئے کار لانے
کے لئے خلافت کی امیدوار عیسیٰ دست بردار ہو کر حکم
کی صورت اختیار کر لی اور خلیفہ ساز عیسیٰ کے تمام اختیارات
اپنے ہاتھ میں لے لئے پھر حضرت علی علیہ السلام کو خلافت
سے غلیظہ کرنے کیلئے نہایت سوچ سمجھ کر ان کے سامنے
یہ شرط پیش کی کہ آپ کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل
پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ سیر ابو بکر اور عمر پر بھی

عمل کرنے کا وعدہ کریں تو خلافت آپ کے حوالہ کر دی جائے
 عبد الرحمن جاننے لگے کہ حضرت علی کسی صورت سے ابو بکر
 اور عمر کی کست سیر پر چلنا قبول نہ کریں گے چنانچہ یہاں ہوا
 کہ آپ نے صاف انکار کر دیا اس کے بعد عبد الرحمن نے
 یہاں شراط عثمان کے سامنے پیش کئے انھوں نے بے چون و
 چرا منظور کر لئے۔ جس کے بعد عبد الرحمن اور ان کے دیگر
 ساتھیوں نے علاوہ حضرت علی کے عثمان کی بیعت کر لی
 اور وہ خلیفہ ہو گئے۔

تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۱۹، انعم کو فی ص ۱۰۲، رد و فتا
 جلد ۲، ابوالفدا ص ۲۶۹، اسط پر ابی سلام ص ۲۱۴

یہاں پر ایک بات صاف کرتے چلے
 وہ یہ کہ کچھ لوگ جن کو اسلام پہلا

اسلام، اور آل رسول کی کما حقہ معرفت حاصل نہیں ہے وہ
 کبھی کبھی یہ سوال کر بیٹھتے ہیں کہ

”حضرت علی علیہ السلام منصوبہ میں اللہ خلیفہ رسول
 تھے تو انھیں اس کمیٹی میں شریک نہیں ہونا چاہئے تھا
 جو خلیفہ کے انتخاب کے لئے عمر ابن خطاب نے تشکیل دی
 تھی۔ وہ تو بہر حال امام اور خلیفہ تھے ہی ایسی صورت
 میں ان کا اس کمیٹی میں شریک ہونا کیا معنی؟ ہونہ حکم خدا

کے مطابق تھی نہ حکم رسول کے مطابق ”

اگرچہ اس سوال میں کوئی وزن اس لئے بھی نہیں ہے کہ حضرت علی کی شرکت کا مقصد نہ تو کمیٹی سے تعاون تھا اور نہ کمیٹی کے احکام پر چلنا تھا بلکہ آپ کا مقصد صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل تھا پھر بھی ضرور یہی ہے کہ وہ چند باتیں واضح کر دی جائیں جو اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتی تھیں جس وقت تک آپ کمیٹی میں شرکت نہ فرمائیں۔

۱۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ جب عمر ابن خطاب نے حضرت علیؑ سے ابو بکر کی بیعت حاصل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کیا تھا اور آپ نے پھرے دربار میں اپنا استحقاق بیان فرما کر ابو بکر کو غاصب منصب خلافت ثابت کیا تھا تو ”بشیر ابن سعد“ نے کہا تھا کہ اگر آپ ہم کو یہ باتیں ابو بکر کی بیعت کرنے سے پہلے بتاتے اور انصار آپ کی یہ تقریر ابو بکر کی بیعت سے قبل سننے تو ہم بھی ابو بکر کی بیعت نہ کرتے اور آپ کا ساتھ نہ دیتے (دیکھئے

اصحاب ثلاثہ جلد ۲ ص ۱۲ بحوالہ ابن نقیہ)

حضرت علیؑ علیہ السلام اب کوئی ایسا موقع نہیں آنے دینا چاہتے تھے کہ کسی مسلمان کو کوئی معمولی سے معمولی عذر کرنے کا بھی بہانہ مل جائے اور وہ یہ کہہ سکے کہ ہم کو علم ہی نہ تھا کہ آپ کی مستثنیٰ خلافت میں لہذا علی ابن ابی طالب نے

مجلس شورہ میں شرکت فرما کر اپنا دافع حق اور صحیح صورت
سوال تبادلی اور خصوصاً یہ دکھلا دیا کہ شورعی تو صرف ایک
ٹھونگ رہا یا گیا ہے ورنہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ عثمان کو
خلیفہ بنادیا جائے۔

۴۔ چونکہ وفات سرور کائنات کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے
وصیت رسول اور حکم الہی پر عمل کرتے ہوئے حصول خلافت
نظاہری کے لئے تلوار اٹھانے کے بجائے صرف اظہار حق اور
اپنی حق تکفیر پر۔ پرامن احتجاج ہی پر اکتفا کی تھی مگر اصحاب ثلث
اور ان کے ہم مسلک افراد نے آپ کے اس طریقہ کار سے
فائدہ اٹھا کر اپنے بے پناہ پروپیگنڈہ اور حکومت کی
طاقت سے یہ مشہور کر دیا کہ علی ابن ابی طالب نے بھی بیعت
کر لی تھی۔ اب حضرت علی علیہ السلام کے لئے یہ ایک
ذریعہ موقع تھا کہ آپ اس غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈہ
کے تار پود بکھیر دیں۔

پس اپنے ہی ہوا کہ مجلس شورعی میں آپ نے ابو بکر اور عمر
کی سیر پر چلنے کی شرط کو رد کر دیا اہل شورعی نے مسما
اور خاندان خویش رہے ان میں سے کسی ایک شخص نے بھی جوش
کر کے حضرت علی کو قائل کرنے کے لئے یہ نہ کہا کہ آپ جن لوگوں
کی ان کی زندگی میں بیعت کر چکے ہیں آج ان کی سیر کو اپنا

میں کیا مضائقہ۔۔۔۔۔ علی ابن ابی طالب کے صاف صاف
انکار کے بعد اہل شوریٰ کی خاموشی نے یہ بتایا کہ آپ نے ابو بکر
اور عمر کی بیعت نہیں کی تھی۔۔۔ مجلس شوریٰ میں حضرت علیؑ
کی شرکت اور سیر ابو بکر و عمر یہ چلنے سے انکار صحیح قیامت
تک یہ ثابت کرتا رہا ہے گا کہ علی ابن ابی طالب نے کبھی شیخین
کی بیعت نہیں کی۔

۳۔ مجلس شوریٰ میں حضرت علی علیہ السلام کے شریک ہو جانے
کا ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ اب دنیا کا کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا
کہ اہل شوریٰ کی نگاہ میں بالاتفاق علیؑ سے زیادہ کوئی اور خلافت
کا اہل تھا۔۔۔۔۔ دوسری بات ہے کہ وہ تمام لوگ آپ کو سب سے
زیادہ اہل و مستحق خلافت سمجھتے ہوئے کبھی خلیفہ بنائے پر تیار
نہ تھے جب ہی انھوں نے ایک ایسی شرط لگا دی جس کی وجہ سے
خود علی ابن ابی طالب نے ان کی خلافت ٹھکرادی۔۔۔۔۔
نہ را غور تو کیجئے کہ اس پورے قضیہ میں ہوا کیا؟ علی ابن ابی طالبؑ
نے سیر شیخین پر عمل کرنے کی شرط سے انکار کر کے نہ صرف اپنا
دامن اس سے گرد سے صاف کر دیا جو بعض لوگوں کو کورہ شعی کا
بنا پر محسوس ہو رہا تھا بلکہ ابو بکر اور عمر کی خلافت کو بھی باطل
ثابت کر دیا۔

یہ تھے وہ حقائق جن کے واضح کرنے کے لئے اور اپنے کو

خلیفہ برحق ثابت کرنے کے لئے علی ابن ابی طالب نے مجلس شوریٰ
میں شرکت فرمائی۔

مجلس شوریٰ
فاضل محقق و کسٹ
علامہ حسین کا نگاہ میں
نوٹ سپرد قلم کیا ہے قارئین اس کے بھی چند اقتباسات ملاحظہ
فرمائیں۔

”بہر حال حضرت عیسیٰ شوریٰ کا جو نظام قائم کیا تھا
وہ نقائص سے خالی نہ تھا بلکہ ممکن ہے کہ اس میں شدید
نقائص رہ گئے ہوں۔ سب سے پہلے جو بات سامنے
آتی ہے وہ اس مجلس شوریٰ کا محدودیت ہے۔“

ترجمہ پروفیسر محمد مسعود ایم۔ اے۔ طبع لاہور ۱۳۷۱ھ
پھر اگے چل کر فاضل محقق نمبر ان مجلس شوریٰ کے رجحانات
و نظریات و خواہشات کے متعلق لکھتے ہیں

”چنانچہ ان مشیروں نے جمع ہونے کا بہت بڑا آفت
بجانب لیا جو ان کی مجلس کو کسی اور ہی راہ پر لگا دے گی
اور وہ آفت یہ تھی کہ ان مشیروں میں سے ہر ایک امیدوار

خلافت تھا۔ ابتدا ہر ایک کو ایک ایسا غیر معمولی بارگاہ
 کا متحمل ہونا تھا جس کا لوگوں کو شاید ہی کبھی تجربہ ہوا ہو
 (ترجمہ پر وفائیسر محمد منظور ایم۔ اے۔ طبع لاہور ۱۳۲۵ء)
 اس کے بعد ڈاکٹر طاہر حسین نظام شوریٰ کی قرح کرتے ہوئے
 رقمطراز ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس سلسلہ میں اپنی ایک تجویز بھی پیش
 کرتے ہیں

"اگر حضرت عیسیٰؑ نے مجلس شوریٰ کو اور وسعت دی
 ہوتی۔۔۔ تو عین ممکن تھا کہ مجلس شوریٰ کو ایسی جگہ
 اعتباری اور اختلاف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ مجھے کچھ
 یقین سا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ مجلس شوریٰ کی تشکیل اس
 طرح کرتے کہ وہ اسید واران ہی پر مشتمل نہ ہوتی کہ ان میں
 سے جو چاہا جائے وہ خلیفہ ہو جائے۔۔۔ بلکہ وہ صرف
 ایسے مشیروں پر مشتمل ہوتی کہ جن کے سامنے ان چھوٹے
 پیش کے جلتے اور وہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ نہ
 منتخب کر لیتے تو یہ زیادہ بہتر طریق عمل ہوتا۔ ایک اور

نقطہ کی جانب نہ حضرت عیسیٰؑ کا نگاہ گئی نہ ان کے بعد
 آنے والے مسلمانوں کی اور وہ یہ کہ انصار و رضوان اللہ علیہم
 بھی مجلس شوریٰ کی کنیت کے مستحق تھے۔ انہیں بھی
 یہ حق پہنچنا تھا کہ اپنی رائے کا اظہار کریں (ترجمہ محمد منظور ایم۔ اے۔)

اس میں شبہ نہیں کہ ڈاکٹر ظہار حسین کی یہ تجویز کسی حد تک
جمہوری یا رجحان رکھتی ہے لیکن موصوف کی نگاہ غائبانہ اس نکتہ
پر نہیں پہنچی کہ عمر ابن خطاب کا بنیادی مقصد کسی جمہوری نظام
کی تشکیل نہ تھا وہ تو صرف یہ چاہتے تھے کہ عثمان خلیفہ بن جائیں
اور خصوصیت کے ساتھ علی ابن ابی طالب قتل کر دیے جائیں تاکہ ان
کے طویل المیعاد منصوبے کو پھلنے پھولنے کا موقع مل سکے۔

بہر حال ڈاکٹر صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں

”بدیہ صورت لازم تھا کہ انصار مجلس شوریٰ میں شریک
ہوتے اور انتخاب امام میں حصہ لیتے۔ بلکہ اس کا طبعی نتیجہ
یہ بھی تھا کہ مجلس شوریٰ میں قریش و انصار کے علاوہ
عرب کے سربراہ اور وہ افراد، سپہ سالاران عرب اور
عمال و حکام شامل ہوتے۔ اگر مجلس شوریٰ اس پنج پر
تشکیل ہوتی تو عین ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کو بہت سو مفسدات

سے بچا لیتی۔“

بیشک ڈاکٹر ظہار حسین کا یہ خیال درست ہے کہ جتنے بھی مسلمان
مفسدات کا شکار ہوئے اس کا ایک بہت بڑا سبب مجلس شوریٰ
بھی ہے۔

عمر ابن خطاب کی مجلس شوریٰ پر ڈاکٹر ظہار حسین کا تبصرہ
اور ان کی تجویز کے مطالعہ کے بعد ضرور یہ ہے کہ محترم قارئین کے

نظام شوریٰ کے اصل مقصد کو سمجھنے کے لئے ذرا اور آگے بڑھیں
ادھاتی تاریخی میں عمر ابن خطاب کے مافی الضمیر کو سمجھنے کی کوشش کریں

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے

کہ ابن خطاب اپنے طویل المیعاد

منصوبہ کو نشانہ تک پہنچانے کے

لئے بے حد فکرت تھے کہ کس طرح عثمان

کو خلیفہ بنوادیں — لیکن

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ وہ

اس کے علاوہ کبھی کبھو چاہتے تھے۔

تاریخ کا گہرا مطالعہ اس امر کا انکشاف کرتا ہے کہ وہ عثمان کو خلیفہ

بنانے کے ساتھ ساتھ ایسے تمام لوگوں کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔

جو ان کے منصوبہ میں کسی حیثیت سے کبھی کسی وقت حائل ہو سکے ہوں

جو خود بھی خلافت کی تمنا رکھتے ہوں

جو ان کی پالیسی سے اختلاف رکھتے ہوں

جو عثمان کے خلاف کبھی علم بغارت بلند کر سکے ہوں

اور خصوصاً وہ ذات جو کبھی کبھی صحیح تعلیمات اسلامی کو دوبارہ زندہ

کر سکتی ہو اور وہ ذات صرف حضرت علیؑ کی تھی

چنانچہ جب عمر ابن خطاب سے سوال کیا گیا کہ اپنے بعد کیا لاکھ

عمل مرتب کیا ہے؟ تو انھوں نے اس کے جواب میں کہا

عمر ابن خطابؓ

اہل شوریٰ سے عثمان کو

خلیفہ بنوا کر حضرت علیؑ کو

قتل کر دینا چاہتے تھے

تاریخ کا گہرا مطالعہ اس امر کا انکشاف کرتا ہے کہ وہ عثمان کو خلیفہ

بنانے کے ساتھ ساتھ ایسے تمام لوگوں کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔

جو ان کے منصوبہ میں کسی حیثیت سے کبھی کسی وقت حائل ہو سکے ہوں

جو خود بھی خلافت کی تمنا رکھتے ہوں

جو ان کی پالیسی سے اختلاف رکھتے ہوں

جو عثمان کے خلاف کبھی علم بغارت بلند کر سکے ہوں

اور خصوصاً وہ ذات جو کبھی کبھی صحیح تعلیمات اسلامی کو دوبارہ زندہ

بقول محمد حسین بیگلی

”اگر میں خلیفہ نامزد کر جاؤں تو کر سکتا ہوں کہ جو بہتر تھے

حضرت ابو بکر۔۔۔ انھوں نے اپنا خلیفہ نامزد

کیا تھا۔ اور اگر خلیفہ نہ نامزد کر جاؤں تو یہ بھی کر سکتا

ہوں کہ جو مجھ سے بہتر تھے۔۔۔ سرکار رسالت

علی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ انھوں نے اپنا خلیفہ

نہیں نامزد کیا۔“

دعمر فاروق اعظم مترجمہ حبیب اشعر ص ۱۷۷

عمر ابن خطاب کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود

اپنے ایجاد کردہ طریقہ کار یعنی ناقص ہنگامی اجماع ”اور باجماع

استخلاف“ کے علاوہ خلیفہ سازی کا ایک تیسرا طریقہ رائج کرنا چاہتا

تھے جو عثمان کو خلیفہ بنانے اور حبلہ بنی النضر عثمان خصوصاً حضرت علی کو

قتل کر دینے میں عین ہو لہذا انھوں نے عثمان کے علاوہ انیسراویہ

مشعل مجلس شوریٰ مرتب کر دی جن سے وہ کچھ نہ کچھ کہہ دیتے رکھتے تھے

جیسا کہ علامہ شبلی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

”تمام اصحاب میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کا

ہنگامہ پڑ سکتا تھا۔ حضرت علی، عثمان، زبیر، طلحہ، عبد الرحمن

اور سعد وقاص۔ لیکن حضرت عمرانؓ میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے

اس کا انھوں نے مختلف دقتوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ طبرقا

وغیرہ میں ان کے ریکارڈ تفصیل مذکور ہیں
(الفاروق ص ۲، ص ۲۰۵ طبع دہلی)

اس کے بعد علامہ شبلی نے انہیں صفحات کے حاشیہ پر ایک
نوٹ بھی سپرد قلم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شمس الدین
خطاب کے دیئے ہوئے ان تمام ریکارڈس کو درست اور بالکل صحیح
سمجھتے ہیں جو انہوں نے ارکان شوریٰ کے متعلق دیئے ہیں سوائے
اس ریکارڈ کے جو حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ہے یہی نہیں
بلکہ علامہ نے حضرت علیؑ کے خلاف عمر ابن خطابؓ نے جو خیال ظاہر
کیا تھا اس کی بالکل صاف الفاظ میں رد کی ہے علامہ کی عبارت
لاحظہ ہو

”حضرت عمرؓ اور بزرگوں کی نسبت جو حرف گہریاں
کیں ہیں گواہان کو ادب سے نہیں لکھا لیکن ان میں جائز کلام
نہیں۔ البتہ حضرت علیؑ کے متعلق جو نکتہ چینی حضرت عمرؓ
کی زبان عام تاریخوں میں منقول ہے یعنی یہ کہ ان کے مزاج میں
غرافت ہے یہ ایک خیال ہی خیال ہے معلوم ہوتا ہے حضرت
علیؑ لطیف تھے مگر اس قدر جتنا ایک لطیف المزاج بزرگ
ہو سکتا ہے“
(الفاروق ص ۲، ص ۲۰۵)

عمر ابن خطابؓ نے ارکان مجلس شوریٰ کے متعلق جو نکتہ چینی کیا
تھیں ان کو علامہ شبلیؒ تو ادب و مصلحت کی وجہ سے نہ لکھ سکے البتہ ان کو

عصر حاضر کے مشہور صاحب قلم رئیس احمد جعفری ندوی نے صاف
صاف لکھ دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ ہدایات بھی تحریر کر
ہیں جو انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں عمر ارکان مجلس شوریٰ کی
جاہد کئے تھے۔

۱۔ عمر ابن خطاب کی نکتہ چینی

۱۔ سعد ابن ابی وقاص اس منصب کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن
درشت طبع اور بد خو ہیں۔

۲۔ عبدالرحمن اس امت کے قارون ہیں لہذا وہ بھی اس
منصب کے سزاوار نہیں۔

۳۔ زبیر بنی اور خثمت بن یکتا ہیں

۴۔ طلحہ میں تکبر اور نخوت ہے

۵۔ عثمان اپنے لوگوں کو دوست رکھتے ہیں

۶۔ علی منصب خلافت کے حریف ہیں۔

دعا شہ نہج البلاغہ مترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی طبع لاہور

محترم قارئین کو یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ عمر ابن خطاب
حضرت علیؑ کے متعلق جو نکتہ چینی کی ہے وہ سوائے اس کے اور کچھ
نہیں کہ ان کے مزاج میں طرافت ہے یا یہ کہ وہ اپنے کو منصب خلافت
کا اہل سمجھتے ہیں۔ عموماً یہی دو باتیں تمام تاریخوں میں درج ہیں بیشک
علی ابن ابی طالب کے کردار کی بلندیاں ہیں کہ عمر ابن خطاب جیسے

آپ کو سوائے طرف اور ترہیں خلافت کچھ نہ کہہ سکے۔
اب وہ ہدایات بھی ملاحظہ کیجئے جو ارکان شوریٰ کو عمر نے دیئے تھے
(عمر ابن خطاب کے ہدایات ارکان شوریٰ کو)

”پھر حضرت عمرؓ نے کہا یہ چھ نفر تین دن کے اندر ایک
گھر میں جمع ہو کر کسی ایک کو منتخب کر لیں۔ اگر پانچ نفر مشفق
ہو جائیں اور چھٹا مخالفت کرے تو اس کی گردن اڑا دو
اور اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو پھر جن تین
آدمیوں میں عبدالرحمن بن عوف شامل ہوں ان کا منتخب
کیا ہوا شخص خلیفہ مان لیا جائے اور باقی تین کی گردن اڑا
دو“ (حاشیہ پنچ السیلاۃ ترجمہ رئیس احمد حفصی ندوی طبع لاہور)
ارکان مجلس شوریٰ کے متعلق عمر ابن خطاب کی نکتہ چینی، ہدایات
اور دستور کا تعین یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ایک تیرے دو شکار
کیلنا چاہتے تھے اور پھر تیر بھی دوسروں ہی کی کمان و بازو کی قوت سے
یعنی اہل شوریٰ کے ذریعہ عثمان کو خلیفہ بنوا کر حضرت علیؓ کو قتل کر دینا۔
عمر ابن خطاب اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت علیؓ منصوص من اللہ
خلیفہ رسول ہیں وہ کسی دوسرے کو حاکم تسلیم ہی نہیں کر سکتے پھر حضرت
علیؓ کا وہ طرز عمل جو بعد وفات رسول رہا ہے وہ بھی گواہ تھا کہ وہ
کسی اور کی خلافت نہیں قبول کر سکتے تھے ایسی صورت میں دوسرے
ارکان شوریٰ تو کسی ایک پر متفق بھی ہو سکتے تھے مگر حضرت علیؓ کے لئے

محال تھا لہذا وہی قتل کر دیئے جاتے

اس کے علاوہ عمر اس کمیٹی میں بھانٹ بھانٹ کر اپنے
لوگوں کو رکھا تھا جو کسی صورت سے بھی حضرت علی کو پسند نہیں کرتے
تھے اس حقیقت کو رئیس احمد جعفری نے واضح کر دیا وہ لکھتے ہیں

”سعد بن عبد الرحمن کے ابن عکرمہ دونوں قبیلہ بنی زہر
سے تعلق رکھتے تھے۔ سعد حضرت علی کی طرف سے دل میں
غبار رکھتے تھے اس لئے ان کی ماں حمہ بنت سفیان بن
تخفہ اور علیؑ ان کے احوال کو غزوات میں قتل کر چکے تھے
عبد الرحمن ایک رشتہ سے عثمان کے بہنوئی تھے

اس لئے کہ ان کی بیوی ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط
عثمان کی بہن تھیں (ماں ایک باپ دو) طلحہ عثمان کی طرف ذاتی
تعلقات کی بنا پر زیادہ میل رکھتے تھے جیسا کہ کتب تاریخ
میں مرقوم ہے ان کی علی سے اخراجات اور عثمان سے میل کی
سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ تمیم تھے اور بنو ہاشم
اور تمیم میں خلافت ابو بکر کے سلسلہ میں اختلاف تھا۔

دعاشیہ شیخ البلاغہ ترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی طبع لاہور
بصرہ کے ذی علم محقق محمد عبیدہ شایع شیخ البلاغہ
جو فرانس لکھے ہیں رئیس احمد صاحب نے انہیں ہیکار کے
لکھا ہے لیکن یہاں صرف رئیس احمد ہی کے ترجمہ پر اکتفا کی گئی۔

غنی کچھ

- ۱۔ دشمنان علیؑ اور دوستداران عثمانؓ پر مشتمل مجلس شوریٰ کی تشکیل
- ۲۔ اہل شوریٰ کو خفیہ ہدایت کہ عثمان خلیفہ ہوں۔
- ۳۔ اہل شوریٰ کو عام ہدایت کہ اختلاف کرنے والے کی گردن ماریا
- ۴۔ ابو طلحہ کو ہدایت کہ اہل شوریٰ کو ایک گھر میں بند کر کے تین دن کے اندر اندر فیصلہ کرالیا اور گھر کو بچاؤ مسلح سپاہی حصار میں لے رہی اور اگر میر کا ہدایت کے مطابق کام نہ کریں تو قتل کر دینا۔

۵۔ اپنے صاحبزادہ کو کمیٹی مشاہدہ نگران بنانا۔
 کیا یہ تمام باتیں جو اوپر بیان کی گئیں ہیں عقل سلیم رکھنے والے افراد کے لئے راہ ہدایت واضح نہیں کرتیں۔
 عثمان کے سامنے پہلا مقدمہ محترم قارئین کو یاد ہو گا کہ ابو بکر نے اپنے عہد میں قانون شریعت اسلامی اور اس کا فکر انجیز فیصلہ کو بالائے طاق رکھ کر خالد بن ولید شیر بخین پر عمل کرنے کی زنا کاری کے سنگین جرم کو کس طرح نظر انداز کر کے ان کو سزا دینے کے بجائے "سیدف اللہ"

کے عظیم خطاب سے سیراز کیا تھا۔ اور جب خلیفہ کے اس اقدام نے جمہور مسلمین میں غم و غصہ کے جذبات پیدا کر دیئے تھے

تو عمر ابن خطاب نے یہ کہہ کر ان کو کس طرح ٹھنڈا کیا تھا کہ میں اسے
عہد میں خالد کو ضرور سزا دوں گا۔ لیکن تخت حکومت پر بیٹھنے
کے بعد عمر بھی خالد کے والد ادہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد قارئین یہ بھی نہ بھولے ہوں گے کہ عرس نے
عہد حکومت میں مغیرہ کو اہم جیل کے ساتھ منہ کالا کرنے کے جرم
سے چشم دید گواہوں کی مکمل گواہیوں کو رد کر کے بری کر دیا تھا
اس طرح انھوں نے بھی قانون شیعہ اسلام کی نہ صرف
خلاف ورزی کی بلکہ مجرم کے ہاتھ سے گواہوں کو کوڑے سے
مار بھی کھلوائی تھی۔

اب قارئین کی خدمت میں سنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان
بن عفان کا وہ فیصلہ بھی پیش کیا جاتا ہے جو انھوں نے ہرمزان جلیل
اور ہرمزان کی لڑکی کے قاتل عبید اللہ ابن عسکے کے متعلق قانون
شیعہ اسلام کے خلاف صادر کیا۔

ان تینوں خلفاء کے فیصلوں کی یکسانیت ظاہر کرتی ہے کہ ان
کے دل میں مذہب و قانون کا کوئی احترام نہ تھا بلکہ ان کا ہر اقدام
صرف اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لئے ہوا کرتا تھا۔
عثمان کے کئے ہوئے فیصلہ پر غور کرتے وقت محترم قارئین
کو یہ نکتہ ذہن میں رکھنا ضرور چاہیے کہ عمر ابن خطاب جن حالات
و اسباب کے تحت قتل کئے گئے تھے عثمان ان حالات و اسباب

کو نظر عام پر لانا مناسب نہیں سمجھتے تھے اسی لئے انھوں نے مکمل
تحقیقات سے اجتناب کر کے معاملہ کو دبا دینے کی پالیسی پر عمل
کیا یہ صرف اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قتل عمر کی غم میں بعض
معاذ صحابہ اور خود ان کی شرکت کا انکشاف ہو جائے۔

اس ہترے قتل والے مقدمہ کا اصل قضیہ
اصل قضیہ یہ ہے کہ عبید اللہ ابن عمر اپنے باپ کے
مقام کی آڑ لے کر صرف عبدالرحمن بن ابوبکر کی نشان دہی پر ہرمزان
حیفہ اور ہرمزان کی کمسن بچی کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ حالانکہ
وہ لوگ تھے جو تحقیقات کے بعد قتل عمر کے سلسلہ میں کچھ انکشافات
کے تھے مگر وہاں تو تمام ایسے شواہد کو مٹا دینا مقصود تھا جن سے قتل
کا راز کھل سکے۔ ڈاکٹر ظہر حسین اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں

”بہر حال جب عمر وفات پا گئے تو حضرت عبید اللہ ابن عمر
تلوار لہراتے ہوئے آئے اور ہرمزان کو قتل کر دیا۔ اور یوں
کا بیان ہے کہ جب ہرمزان کو تلوار لگی تو اس نے کہا
”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اس کے بعد حضرت عبید اللہ
حیفہ کے پاس گئے اور اسے بھی قتل کر دیا۔ اور یوں
بیان ہے کہ جب اسے احساس مرگ ہوا تو اس نے
اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنا یا پھر حضرت
عبید اللہ ابولولو کے گھر پہنچے اور وہاں اس کی

بیٹی کو قتل کر دیا۔ یہ بات صہیب تک پہنچی جو مسلمانوں
کو نماز پڑھانے پر مامور تھے انھوں نے مسلمانوں میں
سے کسی کو بھیجا کہ جا کے حضرت عبید اللہ کو روک دیں
پسنا پختہ سودا بن ابی وقاص نے پہنچ کر انھیں قابو میں
کیا۔ اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ ان کے
ہاتھ سے تلوار نہ چھین لی اس کے بعد حضرت عبید اللہ کو
قید میں رکھا تا آنکہ خلیفہ اس مقدمہ کا فیصلہ نہ کر دے
والفستہ الکبریٰ ترجمہ محمد منور ایم، اے طبع لاہور ۱۳۷۹

تاریخ ارتقاے انصافیت شاہ
ہے کہ جب سے انسان کو امن و

سودا بن ابی وقاص سلامی

امان قائم رکھنے کے لئے "عدالت"

کے خلاف

کا شعور پیدا ہوا ہے اس وقت
آج تک "عدالت" کو انرا

خالص سیاسی فیصلہ

سیاسیہ اور مصالحتہ ملکی سے نہ صرف علیحدہ بلکہ بالاتر درجہ دیا گیا
ہے۔ لیکن سنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ نے بھی اپنے پیش روؤں
کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عدالت کو سیاست اور مصلحت کا پابند کر لیا
اور یہی ثلاثہ پلان کی اصل و اساس ہے۔

بہر طور اس اہم مقدمہ کا دوبار خلافت سے کیا فیصلہ ہوا
یہ بھی ڈاکٹر طاہر حسین کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔

اس مقدمہ میں حضرت عثمان نے جو فیصلہ کیا اس میں
 راولوں کا اتفاق نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ انھوں
 نے قصاص کا فیصلہ کیا ہے اور عبید اللہ کو ہرزان
 کے لڑکے کے حوالہ کر دیا کہ وہ ان سے اپنے آپ کے
 خون کا بدلہ لے لے۔ لیکن مورخین کی اکثریت
 کا خیال ہے کہ حضرت عثمان نے فسر دیا کہ میں ہرزان
 اور دوسرے مقتولین کا ولی ہوں۔ میں قاتل کو سزا دے
 کر تا ہوں اور بیت المال میں رکھے ہوئے مال سے خون
 ادا کرتا ہوں۔ حضرت عثمان کی افستاد طبع
 کے پیش نظر یہی خیال ان کی سیر سے میل کھاتا ہے۔
 (افستاد الکبریٰ طبع مصر)

خون بہا کی کس کس طرح؟
 عثمان کے کئے ہوئے فیصلہ سے
 معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مقتولین
 کو لادارت سمجھا۔ صحیح تو بحیثیت خلیفہ مظلومین کے ولی بن گئے اور
 ولی بن جانے کے بعد قاتل کو سزا دے کر دیا اور بجائے قاتل سے
 خون بہا کی رسم دلوانے کے رقم بیت المال سے دلوائی۔
 لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ رقم کس کو دیا گئی؟ ڈاکٹر
 علامہ حسین کے بیان کے مطابق "معاوضہ مقتولین کو دیا گیا۔"
 حضرات اہلسنت کرہ ارض پر بسنے والے تمام سنیوں کا اجتماع

کر کے بتلائیں کہ خود مقتولین نے قسم سدا وعدہ کیسے وصول کر لیا
یہ وہ سوال ہے جس کا جواب صحیح قیامت تک بھی ممکن نہ ہوگا
سوائے اس کے کہ عثمان نے مقتولین کا ولی بن کر سب سے بڑا
نائدہ یہ اٹھایا کہ یہ قسم خود لے لی۔

اگر یہ کہا جائے کہ مقتولین کے ورثہ کو دی گئی تو پھر سوال یہ
پیدا ہوگا جب مقتولین کے وارث موجود تھے تو عثمان کو کیا حق
تھا کہ وہ ولی بن جائیں اور قاتل سے خصام نہ لے کر خوں بہا کا مطالبہ کریں
یہ ہیں وہ سوال جن کا جواب دینے سے اہلسنت قاصر ہیں۔
در اصل ہوا یہ کہ چونکہ عبداللہ ابن عمر کو عثمان معاف کرنا
چاہتے تھے لہذا فوراً مقتولین کے وارث بن گئے اور
چونکہ عبداللہ کی مالی حالت ایسی زخمی ہو دیت کی قسم وہ
ادا کر سکتے لہذا ان کو بیت المال سے قسم دلوادی اور چونکہ
مقتولین کے خود ہی ولی بن گئے تھے اس لئے عبداللہ نے بحیثیت
وارث مقتولین وہ قسم خود وصول کر لی۔

کیا کہنا اس فیصلہ کا جس نے قاتل کو سزائے موت سے بچایا
اور خلیفہ وقت عثمان کی جیب گرم کر دی (جو بہ یک وقت حاکم
بھی تھے عدالت بھی تھے اور مقتولین کے ولی بھی)

عثمان بن عفان کے اس

عثمان کے فیصلہ پر عثمانی کا تبصرہ عجیب و غریب فیصلہ

برفائل دیو بند مولانا عام عثمان نے ایک اچھا تبصرہ کیا ہے جو
یقیناً قابل مطالعہ بھی ہے اور بصیرت انسرور بھی۔
اگرچہ عثمانی صاحب نے اپنے نام کی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے
اپنے پیسے خلیفہ کی حق المقدور صفائی پیش کی ہے پھر بھی واقف
کی نوعیت اور حقائق تاریخی ان کا ساتھ نہ دے سکے۔
عثمانی قلم سرازیر ہیں

”اسلامی مقدمہ جس نے حضرت عثمان کو سخت آزمائش
میں ڈالا کتابچہ چیدہ تھا۔ ایک طرف آئین شریعت کے
آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جذبات کے مطالبے۔
آئین کہہ رہا تھا کہ جلیلہ اللہ ابن عمر کو موت کی سزا
دی جائے کیونکہ ان کے والد کتھے ہی جلیل القدر
سہی لیکن بہر حال وہ ایک انسان تھے۔ اور ان کا شہید
کیا جانا ایسا خشر آفرینہ عجب نہیں تھا کہ اس کے تحیر
میں عدل و آئین کا بساط الٹ کر رکھ دیا جائے۔
پھر مقتولین بھی انسان تھے ایک مسلمان اور دو دھمی
ذمہ کی جان کا مسالہ تو اسلام کا ریاست میں اور بھی آگ
ہے۔ اس کا تحفظ اٹھ جائے تو اسلام کے حصہ میں وہ
سوائی آتی ہے جو قتل مسلم سے بھی نہیں آتی۔ آخر
جلیلہ اللہ کو کیا حق تھا کہ قانون اپنے ہاتھ میں لیں۔

بلکہ قانون کی حد سے بھی گزر کر تین جانیں تلوار کے
گھاٹ اتار دیں۔ عبدالرحمن ابو بکر کے بیان سے
اگر یہ بات ظاہر بھی ہو رہی تھی کہ ہرمزان اور حقیقہ
سازش میں شریک تھے تب بھی نہ تو ایک شہادت
کافی و کافی تھی نہ حکومت کے کرنے کا کام عبید اللہ
کو کرنا رہا تھا۔ یہ کیا کہ عبید اللہ اٹھیں

اور نہ صرف ہرمزان و حقیقہ بلکہ قاتل کی بیٹی کو بھی
زنج کر ڈالیں۔ سران پکار رہا تھا کہ

والکعبہ فی القصاص حیاتیہ
ای الی الکیاب

دوسری طرف جذبات کا مطالبہ تھا کہ جو کچھ ہو چکا ہے
اب یہ تو نہ ہو کہ کل باپ شہید ہوا اور آج بیٹا
مارا جائے۔ بہت سی زبانیں پکار رہی تھیں کہ
عبید اللہ سے ورگزر کیا جائے (یہ موصوف کا شبہ
ہے ورنہ اکثریت کا مطالبہ تو یہ تھا کہ عبید اللہ سے
قصاص لیا جائے اس مطالبہ میں بعض ممتاز صحابہ
بھی شامل تھے) لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ جذبات کے
اگے عقل کی منطق دھرم کا رہتی ہے۔ حضرت عثمان
امتحان کی زد پر آگے فیصلہ آسان نہ تھا۔

۱۰۹
۱۰۸
۱۰۷
۱۰۶
۱۰۵
۱۰۴
۱۰۳
۱۰۲
۱۰۱
۱۰۰
۹۹
۹۸
۹۷
۹۶
۹۵
۹۴
۹۳
۹۲
۹۱
۹۰
۸۹
۸۸
۸۷
۸۶
۸۵
۸۴
۸۳
۸۲
۸۱
۸۰
۷۹
۷۸
۷۷
۷۶
۷۵
۷۴
۷۳
۷۲
۷۱
۷۰
۶۹
۶۸
۶۷
۶۶
۶۵
۶۴
۶۳
۶۲
۶۱
۶۰
۵۹
۵۸
۵۷
۵۶
۵۵
۵۴
۵۳
۵۲
۵۱
۵۰
۴۹
۴۸
۴۷
۴۶
۴۵
۴۴
۴۳
۴۲
۴۱
۴۰
۳۹
۳۸
۳۷
۳۶
۳۵
۳۴
۳۳
۳۲
۳۱
۳۰
۲۹
۲۸
۲۷
۲۶
۲۵
۲۴
۲۳
۲۲
۲۱
۲۰
۱۹
۱۸
۱۷
۱۶
۱۵
۱۴
۱۳
۱۲
۱۱
۱۰
۹
۸
۷
۶
۵
۴
۳
۲
۱

تبصرہ کے مندرجہ بالا جزو میں عثمانی صاحب نے صاف صاف
 تسلیم کیا ہے آئین، آئین شریعت، تسلیم آن مجید سب ہی
 کا حکم تھا کہ عبید اللہ کو سزائے موت دی جائے البتہ جذبات
 آئین شریعت اور تسلیم آن مجید کی مخالفت کر رہے تھے۔۔۔
 اور عثمان اس مذہب میں تھے آئین شریعت کے مطابق فیصلہ
 کروں یا جذبات کے مطابق۔۔۔ آخر کار انہیں یہی صورت
 بہتر معلوم ہوئی کہ وہ آئین شریعت اور حکم سزائی کو نظر انداز کر کے
 جذبات کے دباؤ کے مطابق فیصلہ کریں چنانچہ عثمانی صاحب کے
 چل کر لکھتے ہیں۔۔۔

”اصحاب سے مشورہ کیا بعض کی رائے تھی کہ عبید اللہ
 کو قتل ہی کیا جائے لیکن اکثر کا خیال تھا جہان بخشی کیجائے
 حضرت عثمان نے غور کیا۔۔۔ جس نے تامل اور تدبیر سے
 نکال کر فیصلے کے مقام پر لا کھڑا کیا۔۔۔ مقتولین کا
 کوئی وارث نہیں تھا اس لئے شریعت کی رو سے خلیفہ
 ان کا ولی تھا اور ولی کو شریعت سے اختیار دیا ہے کہ
 چاہے قصاص لے چاہے نہ لے بہا پر اکتفا کرے۔
 دیکھئے یہاں وہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ انہوں نے باجماعت
 کے عثمان ہکا نے لیا، حضرت عثمان نے جب شرعی کچا لیں
 دیکھ لی تو دیت زخوں بہا، کا فیصلہ کر دیا عبد اللہ چونکہ

مالی حیثیت سے رستم ادا کرنے کے قابل نہ تھے۔

اس لئے اپنی ہی جیب سے رستم بھی ادا کر دیا۔

دما ہنسا نہ بھلی و یو بند خلافت خیر اکثوبر و نومبر

عثمانی صاحب عثمان کے بیت المال سے رستم دلانے کو تو

بچا گئے اور کچھ دیا کہ یہ رستم اپنی جیب سے دیا لیکن پھر وہی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جیب مقتولین کا کوئی وارث ہی نہ تھا

جیسا کہ عثمانی صاحب نے تسلیم بھی کیا ہے تو یہ رستم کس کو دیا

گئی۔ شاید یہ ہوا ہو کہ غول بہا کی رستم ایک جیب سے

نکال کر دوسری جیب میں رکھ لی ہو۔ یہ ہے برے افعال

اور غیر آئینی سرگرمیوں کو کہاں تک نمایاں

عثمان بن عفان نے عثمان

حکومت سنبھالتے ہی اس وعدہ

کی خلاف ورزیاں شروع کر دی

کہ میں کتاب خدا اور سنت رسول

پر عمل کروں گا۔ ان کی ساری تو جہ صرف اس بات پر

مرکوز رہی کہ کس طرح سیرینجین یعنی ابو بکر اور عمر کی اسلام دشمن

سرگرمیوں کو نہ صرف زندہ رکھا جائے بلکہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں

کہ قیامت تک اسلام کو پھولنے پھلنے کا موقع نہ ملے۔ عثمان کے

اس رجحان کو تاڑ کر معاویہ کا باب عثمان کا دوا ابو سفیان عثمان

سے داد کا حقیقی بھائی جو ملت عداوت میں پکارا جاتا تھا۔

”بنی تم و بنی عدی کے بعد خلافت اب تمکو پہنچی ہو اسکو گیند کی طرح جد ہر چاہی پھراؤ
 اور بنی امیہ کو اسکی میخیں بنا کر مستحکم کر دیں یہ صرف دنیاوی حکومت سلطنت و دنیا
 کیا لگاؤ میرے نزدیک روز بار و پیر میں جنت دوزخ یہ سب کچھ نہیں“ (استیعاب جلد ۲)
 چنانچہ عثمان نے دل کھول کر دولت و جاگیر و اقتدار و عہدے بنی
 امیہ میں تقسیم کرنا شروع کر دیے مخصوصاً ان لوگوں پر تو دولت
 و عہدوں کی بارش شروع کر دی جو اسلام دشمنی میں اپنا ثانی نہ
 رکھتے تھے۔ امام اہلسنت مولانا عبد الشکور عثمان کی اغترہ
 پروری کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

”آپ نے اپنے اعزہ و اقارب کو عہدوں پر مقرر کیا
 اور انھوں نے کام کو خراب کر دیا۔ صلہ رحمی کی صفت کا
 آپ پر غلبہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صفت بڑی
 عمدہ صفت ہے مگر کوئی چیز کیسی ہی عمدہ سے عمدہ ہو
 جب وہ حد سے تجاوز کر جائے تو خرابی پیدا ہوتی ہے“
 (سیر خلفائے راشدین ص ۲۱۰)

مصر کے مشہور محقق علامہ عمر ابو النصر نے تاریخ خوارج میں بھی
 اس کا اقرار کیا ہے کہ عثمان نے اپنے اہل و عیال کو بالالال کر دیا
 علامہ لکھتے ہیں

”اپنے عہد خلافت میں انھوں نے اپنے اہل خاندان اپنے
 داروں، انصار اور جماعت کے لوگوں کو بڑے بڑے

مناصب پر فائز کیا اور انھیں اپنا مقرب بنالیا
 دتار یخ غوار ج تہجہ رئیس احمد جعفری ص ۶۱ طبع لاہور

تاریخ بتاتی ہے کہ عثمان نے اپنے بارہ سالہ عہد حکومت میں بنی امیہ
 کو قوت و اقتدار بہم پہنچا کر انہی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے
 کے علاوہ جو اہم کردار ادا کیا وہ یہ کہ اسلام اور خاندان رسالت
 کو ہر اعتبار سے دولت و حکومت سے محروم رکھ کر کمزور و بے اثر
 بنا دیں۔۔۔ انھوں نے جن دشمنان اسلام و رسول اسلام کو
 با اثر اور صاحب اقتدار بنایا یا جن سچے مسلمانوں اور پیروان خاندان
 رسالت کو تباہ و برباد اور کمزور بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا
 ان لوگوں کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ یہاں پر عثمان کی بارہ سالہ
 حکومت کی غیر اسلامی و انسانی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں
 پیش کی جا رہی ہیں تفصیل کے لئے کتب تاریخ و سیر کا مطالعہ کیجئے۔
 اہلسنت کے مشہور عالم و مورخ معین الدین ندوی نے سیر الصحابہ
 کے حصہ مہاجرین کی پہلی جلد "خلفائے راشدین" میں ایک دسپچ
 بہت درج کی ہے جو ہدیہ قارئین ہے۔ اس بہت سے قارئین
 کو اندازہ ہو سکے گا کہ عثمان نے اپنی بارہ سالہ حکومت میں کیا کیا
 کیا۔۔۔ کبار صحابہ مثلاً ابو موسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ،
 عمرو بن عاص، عمار یاسر، عبداللہ ابن مسعود، عبدالرحمن
 بن ارقم کو معزول کر کے اپنے کنبہ کے نااہل اور ناجہز

اسرار کو مامور کیا۔

۲۔ بیت المال میں بیجا تصرف کیا اور مسرقانہ طریقہ پر اپنے
عشرہ واقارب کے ساتھ سخاوت کا اظہار کیا
مثلاً حکم بن الواعص کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا مدینہ آنے کی
اجازت دیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا
کئے اور اس کے لڑکے حارث کو اس کی اجازت دیا
کہ بازار میں جو فروخت ہو اس کی قیمت سے اپنے لئے
عشرہ وصول کرے مردان کو افریقہ کے الی غنیمت کا
خمس دیا گیا۔ اسی طرح عبداللہ ابن مسعود کو تین
لاکھ درہم کا گراں قدر عطیہ مرحمت کیا اور خود اپنی
صاحبزادیوں کو بیت المال کے قیمتی جواہرات عنایت
فرمائے۔ اس کے علاوہ اپنے لئے ایک
عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور مصارف کا تمام بار بیت
المال پر ڈالا۔ بیت المال کے تہتم عبداللہ ابن ادم
اور عقیب نے اس اسراف پر اعتراض کیا تو ان کو
معزول کر کے زید بن ثابت کو یہ عہدہ تفویض کیا
ایک دفعہ بیت المال میں وظائف تقسیم ہونے کے
بعد ایک لاکھ درہم پس انداز ہوئے حضرت عثمان نے

- بے وجہ زید بن ثابت کو یہ قسم لینے کی اجازت دی
۳۔ عبد اللہ ابن مسعود اور ابی جہل کے درمیانے بند کر دیے
۴۔ مدینہ کے اطراف میں بقیع کو سرکاری چراگاہ قرار دیا
اور عوام کو اس سے مستفیض ہونے سے روک دیا۔
۵۔ مدینہ کے بازار میں بعض اشیاء کی خرید و فروخت اپنے لئے
مخصوص کر لی اور حکم دیا کہ کھجور کی کٹھیاں امیر المومنین کے
ایجنٹ کے سوا کوئی نہیں خرید سکتا۔
۶۔ اپنے حاشیہ نشینوں اور قرابت داروں کو اطراف ملک
میں نہایت وسیع قطعات زمین مرحمت فرمائے حالانکہ
اس سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا تھا۔
۷۔ بعض صحابہ کی تذلیل کی گئی اور ان کو جلا وطن کیا گیا
مثلاً ابوذر غفاری، عمار بن یاسر، جذب بن جنادہ، عبد اللہ
ابن مسعود اور عبادہ بن ثابت کے ساتھ یا متصفانہ
سلوک ہوا۔
۸۔ زید بن ثابت کے تیار کردہ مصحف کے سوا تمام مصاحف کو
جلا دیا۔
۹۔ حدود کے آسراؤ میں تغافل کیا۔
۱۰۔ نسر الفی وغیرہ میں عام کے خلاف روایات شاذ پر عمل کیا
۱۱۔ مذہب میں بعض نئی عبتیں پیدا کیں جن کو اکثر صحابہ

نے ناپسند کیا مثلاً حج کے موقع پر منیٰ میں دو رکعت نماز کے بجائے چار
رکعت ادا کی حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے بعد شیخین نے دو سے زیادہ نہیں پڑھی
۱۲۔ مصری وفد کے ساتھ بد عہدی کی گئی

(خلفائے راشدین مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ ص ۲۱۱ تا ۲۱۳)
فاضل مورخ نے اگرچہ اپنے تیسرے خلیفہ کی اسلام کش
سرگرمیوں کی مندرجہ بالا فہرست بہت احتیاط اور محفوظ
طریقہ پر مرتب کی ہے پھر بھی اہل بصیرت اور صاحبان
الصفات اتنا اندازہ تو ضرور لگا سکتے ہیں کہ اس اجمال کی قحی
تفصیل کیا ہوگی۔ اور یہی اندازہ ان کو مجاہد حق کے حصول میں معین
و مددگار ہوگا۔

عثمان اور مخالفین عثمان
مندرجہ بالا فہرست میں عثمان
کی جن غیر اسلامی سرگرمیوں
کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا عثمان سے متنفر
ہو کر صدائے احتجاج بلند کر رہی تھی ان احتجاج کرنے والوں کے ساتھ
عثمان کا کیا برتاؤ تھا یہ معلوم کرنے کے لئے مصر کے مستند محقق ڈاکٹر
طہ حسین کی کتاب الفتنۃ الکبریٰ کے اردو ترجمہ کی مندرجہ ذیل عبارت
لاحظہ کیجئے اور حالات کا اندازہ لگائیے۔
”حضرت عثمان حد سے بڑھ گئے اور اپنے گورنروں کو

رعایا پر تشدد کرنے کا مارنے پیٹنے کا جھلا وطن
 کرنے کا اور قید کرنے کا موقع دیا خود انھوں نے
 دو جلیل القدر صحابیوں کو مارا یا مارنے کا حکم دیا
 عمار یاسر کو اتنا مارا کہ وہ فتق کی بیماری میں مبتلا
 ہو گئے۔ عبداللہ ابن مسعود کو مسجد نبوی سے
 اس بری طرح نکلوا یا کہ ان کی بعض پسلیاں ٹوٹ
 گئیں، اہلسنت اور معتزلہ خواہ کتنی ہی جواب دہی
 کریں لیکن حضرت عثمان بہر حال حد و دوسے متجاوز ہیں
 — مذکورہ بالا دونوں صحابیوں نے پھر جیسی
 بھی تلخ تنقید کی ہو اور جیسے بھی اعتراضات کئے ہوں
 لیکن کوئی نہیں جانتا کہ ان پر مقدمہ چلایا گیا ہو۔
 ان کے خلاف ثبوت ہم پر ہو سچائے گئے ہوں۔ ان کو
 اپنی مدافعت میں صفائی کا موقع دیا گیا ہو۔
 حضرت عثمان نے ان کے بارے میں اپنے حاکموں کی سن
 لی، اپنے مقربوں کا کہنا مان لیا، بلا دلیل ان کو سزا میں
 دیں، ان کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہ تھا، معتزلہ
 اور اہلسنت مدافعت میں کہتے ہیں کہ امام کو سزا
 دینے کا حق ہے۔ قطعاً امام حق دار ہے لیکن اس میں
 سرِ جرم کی قیادت کی اور صفائی کے بیان کی شرط

ہے اور ہم نہیں جانتے کہ عمار پارسی اور عبداللہ ابن مسعود
 کو حضرت عثمان نے عدالت میں پیش کیا ہو۔ خود حضرت
 عثمان نے ابوذر کو تنگ کیا، جلا وطن کیا یا جلا وطن ہونے
 پر مجبور کیا۔ اور محض اس لئے کہ ان کو حضرت عثمان
 کی وہ مافیہ پالیسی پسند نہ تھی جو انھوں نے عوام کے
 مال کے بارے میں اختیار کر رکھی تھی۔ وہ اس نظام
 اجتماعی کے مخالف تھے جسے دولت مند طبقہ پیدا
 کر دیا تھا اور جس نے ان کو چاندی سونا اور بے حد مال
 پیدا کرنے کا موقع دیا تھا۔ پھر حضرت عثمان نے اپنے
 حاکموں کو اجازت دیا کہ مخالفت میں آواز اٹھانے
 والوں کو ان کے شہروں سے نکال باہر کریں۔ چنانچہ
 انھوں نے ایک جماعت کو دربدہ پھرایا۔ سعید نے امیر معاویہ
 کے پاس بھیجا امیر معاویہ نے سعید کے پاس واپس کیا پھر
 سعید نے ان کو عبدالرحمن بن خالد کے حوالہ کیا اور یہ
 کچھ بلا مقدمہ چلائے بلا شہادتیں پیش کئے اور بلا تصدیق
 کا موقع دیئے۔ حضرت عثمان نے عبداللہ ابن عمار
 کو اجازت دیا کہ عامر ابن القیس کو شام حبلا وطن کر دے
 عبداللہ ابن سرح کی جرأت دیکھئے اس نے اپنی
 شکایت کرنے والوں میں سے ایک کو اتنا مارا کہ وہ

مرہا گیا۔ یہ انتہائی سخت گیر پالیسی جو خلیفہ
اور اس کے حاکموں نے لوگوں کے امن و آزادی
پر اور لوگوں کی جان پر مسلط کر دی تھی آنحضرت اور
شیخین کی ستیر سے اس کو کوئی نسبت نہیں۔
(عثمان مترجمہ عبد الحمید لغسانی صفحہ ۲۹۔ ص ۲۹)

بہر حال عثمان کی غیر اسلامی و انسانی

الفصل ثانی کارروائیوں نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول
دی۔ اور ان کو اس کا احساس ہونے لگا کہ وہ "ثلاثہ پلان" کے
خطرناک چکر میں پھنس کر اسلام کے اصلی شعور سے کوسوں دور ہو چکے
ہیں اور اب بھی اگر انقلاب کا نعرہ نہ بلند کیا گیا تو پھر کرہ ارضی پر
تعلیمات پیغمبر اسلام کا نام لینے والا بھی کوئی نہ رہے گا۔
چونکہ سمجھانے سمجھانے اور اصلاح کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہو رہی
تھیں اس لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ مسلمان
ان کے پیش رو خلیفہ عمر ابن خطاب کی طرح عثمان کو بھی موٹ کے گھاٹ
آمار دیں۔ یہ اقدام مسلمانوں کے لئے ناگزیر تھا اس لئے کہ
"ثلاثہ پلان" کے تحت مسلمانوں کو حق خلیفہ سازی عطا ہوا تھا
اس کے واضح استعمال کا کوئی مکمل اور باقابطہ دستور نہ تھا
بلکہ خلفائے ثلاثہ میں سے جو خلیفہ جس طرح خلیفہ بن گیا تھا وہی
طریقہ "اصول" قرار دے لیا گیا تھا لہذا مسلمان قتل کے ذریعہ

عثمان سے نجات حاصل کر سکتے تھے اور یہ درست بھی تھا اس لئے کہ مسلمانوں کو اس امر کا تو پورا پورا یقین تھا کہ قاتلین خلیفہ کی چھان بین نہیں کی جائے گی بلکہ قاتلوں کی بہرہ وہ پوشی کی جائے گی جیسا کہ خود عثمان نے قتل عمر کے سلسلہ میں کیا تھا اور نہ عثمان کے جانشین کوئی یہ مطالبہ کرے گا کہ وہ قاتلین عثمان کو تلاش کر کے سزا دے جیسا کہ عمر ابن خطاب کے واقعہ قتل کے بعد ایسا کوئی مطالبہ عثمان کو نہیں کیا گیا لہذا یہی اصول بن گیا تھا۔ — بہر حال مسلمان حفاظت اقدار اسلام کے لئے قتل عثمان پر آمادہ ہو گئے۔

عثمان کو موت کے گھاٹ اتار دینے پر ائمہ المسلمین کی للکار
عثمان کو قتل کرو
تنہا جمہور مسلمین اور اکابر صحابہ ہی متفق نہ تھے بلکہ ائمہ المسلمین عائشہ بنت ابوبکر نے وجہ رسول کا بھی یہی

نفرہ تھا کہ عثمان کو قتل کر دے یہ کافر ہو گیا ہے۔ چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ عائشہ عثمان سے بہت ناراض تھیں اس لئے کہ ان کا طریفہ جو عہد عمر ابن خطاب تک ان کو ملتا تھا عثمان نے بند کر دیا تھا۔ عائشہ بمر عام آنحضرت کا پیرا بن بندہ کے کہتی تھیں "لو کہ ابھی آنحضرت کا کفن تک میلانہ ہوا ہو گا کہ عثمان نے ان کی شریعت کو مٹا دیا اس نفل کو قتل کر دے خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے"

تاریخ واقعات، تاریخ روضۃ الصفا ص ۲۹۵، ابن ابی

جلد ۲ جزو ۲۰ صفحہ ۱۷۱) صرف اتنا ہی نہیں بلکہ عائشہ پر اس شخص کو جو بھی ذمہ دارانہ حیثیت رکھتا تھا اس کو قتل عثمان کی ترغیب دیتی تھیں چنانچہ عائشہ نے دوران حج ابن عباس سے کہا کہ ”میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ تم اپنی خوش بیاہی اور اثرات سے لوگوں کو قتل عثمان سے نہ روکنا“

دہلیہ ابن اثیر باب نون مع العین اطبری جلد ۵ صفحہ ۱۲۱ طبع مصر
عبادہ بن صہابت صحابی رسول عثمان کو فاسق سمجھتے تھے تفصیل کے لئے تاریخ خمیس میں مرقوم وہ واقعہ دیکھئے جس میں عثمان کے عزیز و مقرب خاص گورنر معاویہ کے لئے شراب کے کنٹرول جاتے دیکھ کر عبادہ بن صہابت کو طیش آگیا اور انھوں نے معاویہ کے ضیق و فحور پر غصہ کر کے ہوئے عثمان کی بدکرداریوں کا بھی انکشاف کیا اور عثمان کے جواب میں لکھا کہ جو شخص خدا کا گناہ کرے اس کی اطاعت واجب نہیں“ (تاریخ خمیس ص ۹۶)
صاحب سیرۃ محمدیہ لکھتے ہیں کہ جب اصحاب نبی قتل عثمان کے لئے جمع ہوئے تو ان کی آوازیں یہ تھیں
”یہودی کو قتل کرو، عثمان کو قتل کرو“

(سیر محمدیہ ص ۵۵)

مختصر یہ کہ ایسے محترم اور حبیل اس قدر صحابہ کی ایک طویل فہرست موجود ہے جو بقائے اسلام اور فلاح مسلمین کے لئے عثمان کو قتل

کتاب کی ضروری سمجھتے تھے۔ قائلین اجماع اگر تعصب کی
 ہڈی اتار کر تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی
 کہ تاریخ اسلام میں سب سے بڑا اجماع قتل عثمان کے لئے
 ہوا تھا جسے انھیں اپنے بنیادی عقیدہ کی بناء پر حق سمجھنا
 چاہئے۔

عثمان ممالک اسلامیہ میں اپنے
 خلاف بھڑکتی ہوئی آگ سے بے
 خبر نہ تھے وہ انقبلائی تحریکوں
 کو طاقت کے استعمال سے جتنا بھی
 دبانے کی کوشش کرتے اتنا ہی یہ تحریکیں موثر و منظم ہوتی جاتی تھیں
 آخر کار انھوں نے صورت حال پر قابو حاصل کرنے کے لئے اپنے
 عمال کی ایک کانفرنس دارالحکومت میں طلب کی اس کانفرنس کے
 نمایاں ارکان میں معاویہ ابن ابی سفیان، عبداللہ ابن ابی سرح
 سعید ابن العاص اور عمرو ابن العاص خاص طور پر قابل ذکر ہیں

ماہب خلفائے راشدین تحریر کرتے ہیں
 "حضرت عثمان نے ایک مختصر تقریر کے بعد موجودہ سورش
 کو رفع کرنے کے متعلق ہر ایک سے رائے طلب کی۔"

عبداللہ ابن عامر نے کہا۔۔۔ امیر المومنین!
 میرا خیال ہے کہ اس وقت کسی ملک پر فوج کشی کر دیجئے

لڑک جہاد میں مشغول ہو جائیں گے تو فتنہ و فساد کی
آگ خود بخود سرد ہو جائے گی (غالبا پاکستان اپنی
اندرونی کشمکش کو دبانے کے لئے اسی پالیسی پر عمل پیرا ہے)
حمید بن العاص نے کہا — موجودہ شورش صرف ایک
جماعت کی وجہ سے ہے اس کے سرگروہ اگر قتل کر دیئے
جائیں تو مفسدین کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ملک میں کال
امن و امان پیدا ہو جائے گا

معاویہ ابن ابوسفیان نے کہا — ہر ایک عامل اپنے حق
میں امن و امان قائم رکھے۔ میں ملک شام کا ضامن ہوں
عبداللہ ابن سعد نے کہا — شورش پسند گروہ ہوں
و طماع ہے اس لئے مال و زر سے اس کا منہ بند کیا جائے
عمرو بن العاص نے کہا — امیر المومنین! آپ کی بے
اعتدالیوں نے لوگوں کو احتجاج حق پر آمادہ کیا ہے اس
کے تدارک کا صرف دو ہی صورتیں ہیں یا عدل سے کام لیں
یا خلافت سے کنارہ کشی اختیار کیجئے اگر یہ دونوں ناپسند ہو
تو پھر جو بھی چاہے وہ کیجئے — حضرت عثمان نے تعجب سے
عمرو بن العاص کی طرف دیکھا اور فرمایا افسوس کیا تم میری
نسبت ایسی ہی رائے رکھتے ہو — عمرو بن العاص خاموش
رہے لیکن جب مجمع منتشر ہو گیا اور انہما حضرت عثمان رہ گئے

تو کہا۔ امیر المومنین! آپ مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں
 مجمع عام میں میں نے جو رائے دی وہ صرف ناشی تھی
 تاکہ مفسدین مجھے ہم خیال سمجھ کر اپنا راز دار بنائیں اور
 اس طرح آپ کو ان کے خیر و شر سے مطلع کرتا رہوں۔

(خلفائے راشدین ص ۲۲۶۔ ص ۲۲۷ بحوالہ طبری)

یہ کانفرنس تو کوئی فیصلہ کن بغیر ختم ہو گئی لیکن محترم قارئین کے
 لئے ایک حیرت انگیز انکشاف کر گئی وہ یہ کہ عمرو بن العاص جملہ ارکان
 کانفرنس کو مفسدین میں شمار کرتے ہیں جن میں معاویہ ابن ابی سفیان
 بھی شامل ہیں۔ عمرو بن العاص نے بات حقیقت سے زیادہ بعید
 نہیں کہی اس لئے کہ عثمان پر کم و بیش چالیس دن محاصرہ رہا اور
 تین عرصہ میں عثمان کے کسی گورنر کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ وہ آکر اپنے
 امیر المومنین کی جان بچاتا۔

انقلاب کی آگ نے دیگر بلاد اسلامیہ
 سے بڑھ کر خود دار حکومت کو اپنی
 پیٹ میں لے لیا تھا۔ عثمان کے محل
 کا محاصرہ ہو چکا تھا لیکن زیادہ سخت
 رفتار عثمان کو گھر سے نکلنے کی آزادی تھی۔ محاصرین دباؤ ڈال کر
 عثمان کو حکومت سے دست بردار ہو جانے کی کوشش کر رہے تھے
 لیکن عثمان کہتے تھے میں کبھی خلافت سے دست بردار نہ ہوں گا۔

اسی دوران ایک دن عثمان نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو خطاب کیا
اپنے فضائل بیان کر رہے تھے کہ

”جبکہ ابن عمرو ساعدی کھڑا ہوا جو انصار میں سے
ایک شخص تھا اور کہنے لگا۔ عثمان تم منبر سے نیچے اتر دو تم ایک
عبائہ کر تم کو ایک بوڑھے اونٹ پر سوار کریں گے اور جس
طرح تم نے بزرگوں کو شہر بدر کیا ہے ہم تم کو وہاں بھیج
دیں گے۔ حضرت عثمان نے کہا برا ہو تو ہی بخوینے کا۔ پہلے
حضرت عثمان کو پھیرا کرتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا اور
کہا کرتا تھا کہ اگر آپ نے مخالفت نہیں چھوڑی تو میں آپ کا
گردن میں زنجیر ڈال کر کھجلی والی اونٹنی پر بٹھاؤں گا اور جبل
دخان پر لے جا کر چھوڑ دوں گا مزید برآں یہ شخص آپ کے
گورنروں کے بارے میں اور خاص طور پر مردان اور حکم
کے خاندان کے بارے میں آپ کو سخت وسوسہ کیا کرتا تھا۔
حضرت عثمان جبلہ کا جواب دینا چاہتے تھے کہ ہجاء بن سعید
غفار عی جو ابوذر کے خاندان کے ہیں اور سعیت رضواں میں
شرکت کرنے والے صحابی ہیں کو ذکر منبر تک پہنچ گئے اور حضرت
عثمان کے خطبہ کا عصا لے کر توطر ڈالا۔
لوگوں نے گڑبڑ کی اور ایک دوسرے پر کنکر کھینکنے لگے اسکا
اشناو میں ایک پتھر حضرت عثمان کو اس طرح لگا کہ گر پڑے

اور بے ہوشی کی حالت میں گھر ہو چلے گئے
(عثمان ترجمہ احمد نعیمی ص ۱۲۱)

یہ واقعہ ہے کہ عام مسلمان پر امن
طریقہ پر اصلاح و تحفظ اقدار اسلام

بدھری

اور سازش مجسّرمانہ کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔
ایک وجہ تھی کہ اہل مصر نے اپنا ایک وفد دارالحکومت روانہ کیا
اک وہ اکابر صحابہ کی وساطت سے عثمان کے سامنے اپنی شکایات
پیش کر کے ان کا ازالہ کرا سکے۔

امام اہلسنت جو اس صدی کے پہلے نصف حصہ کے سب سے
بڑے علمبردار ثلاثہ تھے ان کے قلم سے پورا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔
امام اہلسنت کی عبادت کے مطالعہ کے وقت محترم قارئین کو یہ بات
ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ امام اہلسنت سے زیادہ اصحاب ثلاثہ
کا ہم نوا اور پیروہ پوش کم پیدا ہوا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں
انہوں نے واقعات کو کس طرح پیش کیا ہوگا پھر بھی اہل بصیرت اندر
صاحبان انصاف بہت کچھ نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ امام اہلسنت
افعال عثمانی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”سب سے بڑا اعتراض آپ پر یہ تھا کہ آپ نے اپنے
خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کر رکھا تھا
۔ یہ ضرور ہے کہ یہ فعل آپ کا شیریں خین کے خلاف تھا

اور نتیجہ بھی اس کا اچھا نہیں نکلا۔

دشیر خلفائے راشدین طبع لکھنؤ، ص ۲۱۹، ص ۲۲۰،

پھر آگے چل کر امام اہلسنت مصری وفد کی آمد، صحابہ کا مدخلہ
اور عثمان کی سازشیں بھرانہ کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

”بہر کیف حضرت عثمان پر یہ اعتراضات شروع ہوئے

اور اسی سلسلہ میں حاکم مصر عبداللہ ابن ابی سرح

کی شکایت آئی کہ وہ بہت ظلم کرتا ہے۔ حضرت عثمان

نے اس کو ایک فرمان بتدبیر آمیز بھیجا مگر انھوں نے

بجائے اس کے کہ اس فرمان پر عمل کرتے ان شکایت

کرنے والوں کو خوب ساپیٹا یہاں تک کہ ان میں کا ایک آدمی

مر بھی گیا پھر تو سات سو آدمی مصر سے آئے اور مستحذو

میں صحابہ کرام سے انھوں نے اپنے مظالم کی داستان بیان

کی حضرت طلحہ، حضرت علیؑ ام المومنین عائشہ نے حضرت

عثمان سے اس کے متعلق بہت کچھ کہا۔ حضرت عثمان نے

یہ سن کر عبداللہ ابن ابی سرح کو حکومت سے معزول

کر دیا اور اہل مصر سے دریافت کیا کہ تم کس کو اپنا حاکم

پسند کرتے ہو سب نے محمد بن ابی بکر کو تجویز کیا پھر

حضرت عثمان نے ان کے لئے فرمان لکھ دیا اور مہاجرین

و انصار کی ایک جماعت کو ان کے ساتھ کیا کہ مصر پر

عبد اللہ ابن ابی سرح کے معاملے کی تحقیقات کریں۔
 سب لوگ بجانب مصر روانہ ہو گئے۔ تین منزلیں طے
 کر چکے تھے پھر تھی منزل میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی غلام
 ایک اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے اور اس کی حالت ایسی
 ہے جیسے کوئی بھاگا ہوا ہو یا کسی کی تلاش میں ہو۔ ان
 لوگوں نے اس غلام سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟
 اس نے کہا کہ امیر المومنین نے مجھے حاکم مصر کے پاس بھیجا ہے
 لوگوں نے کہا کہ حاکم مصر تو یہ محمد بن ابی بکر ہیں جو وہیں
 اس نے کہا میں ان کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں۔ یہ سن کر
 محمد بن ابی بکر نے اس کو گرفتار کر لیا اس سے پوچھا تو اس کا
 غلام سے تو کبھی کہتا تھا کہ امیر المومنین کا غلام ہوں اور مجھے
 کہتا تھا کہ مروان کا غلام ہوں۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ
 ترے پاس کوئی تحریر ہے تو اس نے انکار کیا۔ مگر جب تلاشی
 لی گئی تو ایک خط اس کے پاس سے برآمد ہوا وہ خط کھولا
 گیا تو حضرت عثمان کی طرف سے عبد اللہ بن ابی سرح
 کے نام پر مضمون تھا کہ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ جو لوگ
 آ رہے ہیں ان کو کسی جیل سے قتل کر دو۔ اور جو تحریر
 میری ان کے پاس ہے اس پر عمل نہ کرو۔ بدستور تم حکومت
 مصر پر قائم رہو اور جو لوگ میرے پاس تھادی سکايت

لے کر آنا چاہیں ان کو میرے پاس مت آنے دو اور میرے
حکم ثانی کا انتظار کرو

اس خط کو دیکھ کر محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھیوں
کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی سب لوگ مدینہ واپس
آگئے اور حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علیؓ حضرت
سعد اور تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے وہ خط سب کے
سامنے پیش کیا۔ اس خط کو دیکھ کر سب کو نہایت رنج
ہوا۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ صحابہ کرام اس
خط کو مع اس غلام اور اس اونٹ کے لے کر حضرت
عثمان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا یہ غلام آپ کا ہے
حضرت عثمان نے فرمایا ہاں۔ پوچھا اس خط پر ہر
آپ کی ہے حضرت عثمان نے فرمایا ہاں پھر خط پڑھ کر
سنایا کہ یہ مضمون آپ نے لکھوایا ہے حضرت عثمان
نے قسم کھا کر فرمایا کہ نہیں۔ تمام صحابہ کرام نے
ان کی قسم پر یقین کیا اور فرمایا کہ عثمان جھوٹی قسم نہیں
کھا سکتے۔ خط پہچانا گیا تو معلوم ہوا کہ مروان کا لکھا
ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کیجئے
تاکہ ہم اس معاملے کی تحقیقات کریں۔ صحابہ کرام کے
علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ عثمان کی طرف سے ہمارا

صاف نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ وہ مروان کو ہمارے حوالے
 نہ کریں۔ اگر فی الواقع یہ فعل عثمان کا ہے تو ہم ان کو معزول
 کر دیں گے اور اگر مروان کا ہے تو اس کے لئے جو فیصلہ
 مناسب ہوگا کیا جاوے گا۔ مگر حضرت عثمان نے مروان
 کے دینے سے انکار کر دیا مروان ان کا قریبی رشتہ دار تھا
 ان کی مروت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ مروان کو اپنے اختیار سے
 ایذا پہنچائیں۔“

(سیر خلفائے راشدین ص ۲۲۰ تا ۲۲۳)

مندرجہ بالا عبارت کا مطالعہ کرنے کے بعد حسب ذیل نتائج برآمد
 ہونا لازمی ہیں

یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ عثمان کے تمام عامل سرکشی اختیار
 کر کے اپنے اپنے صوبوں میں از خود ”خود مختار“ بن گئے تھے اس لئے
 تاریخی تجزیہ اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ عثمان نے اموی حکومت
 کو اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور ”ثلاثہ پلان“ کے تحت
 شہنشاہی نظام کے قیام کے لئے اپنے عاملوں کو خود چھوٹ دے رکھا
 تھی۔ وہ نہ کیا وجہ کہ مروان ایسے بزم عظیم کا مرتکب ہو یعنی خلیفہ
 اول ابو بکر کے صاحبزادہ اور ممتاز صحابہ کو قتل کر دیئے جانے کا فرمان
 لکھ دے اور عثمان باز پرس و تحقیقات کے لئے مروان کو مسلمانوں کے
 حوالہ نہ کریں اور نہ کوئی ایسا تشکیکی بخش وعدہ دیا کریں کہ مسلمان

سوچ کر مطمئن ہو جائیں کہ مروان اپنے کفر کو دار کو پہنچ جائے گا۔
 پھر اس بات پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ وہ خط عثمان کے ایما سے مروان
 نے نہیں لکھا تھا بلکہ عثمان کا مروان کی حمایت کرنا اس بات کی دلیل ہو
 کہ یہ پوری سادش عثمان کی مرضی سے مرتب ہوئی تھی۔ اور
 یہ کہنا کہ عثمان کی طبیعت مروت و نرم دلی مروان کو سزا دلوانے میں حائل
 ہو گئی درست نہیں ہے اس لئے کہ اس سے قبل عثمان عمار یا
 اور ابوذر غفاری کو خود ہی مار چکے ہیں اور عبداللہ بن مسعود جیسے
 صحابی کو اس طرح مارا تھا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔
 پھر مروت اپنے ذاتی معاملات میں تو اچھی چیز ہے لیکن ایسے شخص سے
 مروت کرنا جو اکابر صحابہ کے قتل کا منصوبہ تیار کرے بجائے خود لوگوں
 قتل کا جرم ہے۔ وہ تو کچھ اتفاق سے راستہ ہی میں قاصد مع
 فرمان قتل لیا گیا ورنہ محمد بن ابی بکر اور ممتاز صحابہ لا علمی میں قتل
 ہو جاتے۔

بنانے والا بکر گیا تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے
 جانتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف ہی

وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے سیاسی کرتب سے عثمان بن عفان
 کو خلافت خلافت سے سوار کر اس منزل پر پہنچایا کہ عثمان خلیفہ
 المسلمین کہلانے لگے۔ ظاہر ہے عثمان کی سعادت مند ہی کا تقاضہ
 تو یہ تھا کہ وہ کسی حال میں عبدالرحمن بن عوف کو ناراض نہ کرتے۔

گر عثمان کی بدکرداری اور اسلام دشمنی اس درجہ نمایاں ہو گئی
تھی کہ عثمان کو عثمان بنانے والے عبدالرحمن بن عوف عثمان سے اتنا
بداغ ہو گئے کہ زندگی بھر منہ نہ دیکھنے کی قسم کھالی مورخ ابوالفدا
لکھتا ہے ۔

عبدالرحمن بن عوف خلیفہ عصر اور اس کے عمال کے رنگ
بیرنگ دیکھ کر ایسے بیزار ہوئے کہ قسم کھالی کہ مرتے دم
تک اس شخص و عثمان سے ملاقات نہ کروں گا۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا ایک خلیفہ ان کی عیادت کو نہ گئے اور مزاج پر
کی عبدالرحمن بن عوف اپنے قول کے سچے تھے انھوں نے
ان کی مزاج پر سہی کی مطلق پرواہ نہ کی بلکہ ان کی جانب سے
منہ پھیر کر دوسری جانب کروٹ لے لی

(تاریخ ابوالفدا ص ۲۷۷)

جب عثمان کی بدکرداری وعدہ شکنی
اور سازش پھرمانہ کی نیت کا لوگوں
کو اندازہ ہو گیا تو اکابر صحابہ

کی اکثریت اور اہل مصر نے عثمان

کے محل کا محاصرہ سخت کر دیا البتہ چند صحابہ نے مصلحت وقت دیکھ
کر خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار کر لی ۔ امام ابلسنت عبدالشکور
پاناناولی کے چند فقرے ص ۷۶ پر ملاحظہ ہوں ۔

دائرہ تنگ

محاصرہ شدید

”صحابہ کرام تو جا کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور اہل
مصر نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان پر پانی
بند کر دیا۔۔۔۔۔ کئی آدمی پانی لے جانے کی وجہ

سے زخمی ہوئے حضرت علیؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم صرف
یہ چاہتے تھے کہ مروان ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔۔۔

شہادت سے کچھ پہلے حضرت عثمانؓ بالا خانہ پر تشریف
لائے اور چند صحابہ کرام کو آپؓ نے پکارا۔ وہ لوگ
بلا دیئے گئے۔۔۔ آپؓ نے فرمایا میں اسے پسند

نہیں کرتا کہ میرے حکم سے لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے والے کا
خون بہا دیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر آپ خلافت سے دست

بردار ہو جائیے۔ آپؓ نے فرمایا یہ بھی نہیں کر سکتا۔
۔۔۔ لوگوں نے کہا پھر اس ظلم سے آپ کو کیسے نجات

ملے گی آپؓ نے فرمایا نجات کا وقت قریب ہے۔“

دستِ خلفائے راشدین ص ۲۲۳، ص ۲۲۵ طبع لکھنؤ

مولو علی بن الدین ندوی نے اس واقعہ کو حسب ذیل الفاظ میں بیان

کیا ہے۔

”مصریوں نے کہا بہر حال کچھ بھی ہو خلیفہ اس قدر غافل

ہو کہ اس کی لاعلمی میں ایسے اہم امور درپیش آجائیں،

یعنی مروان اپنی طرف سے خط لکھ دے اور خلیفہ نہ

کی ہر غلام اور سواری استعمال کر لے، اور اسے خبر نہ ہو
وہ خلافت کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا اور حضرت عثمان
سے سند خلافت سے کنارہ کش ہو جانے کا مطالبہ کیا
آپ نے فرمایا جب تک مجھ میں رفق جان باقی ہے میں
اس خلوت کو جو خدا نے مجھے پہنچایا ہے خود اپنے ہاتھوں
سے نہ اتاروں گا۔ (ابن سعد تذکرہ عثمان)

حضرت عثمان کے انکار پر مسلمانوں نے کاشانہ خلافت
کا نہایت سخت محاصرہ کر لیا جو چالیس دن تک مسلسل قائم
رہا اس عرصہ کے اندر پانی تک پہنچانا جرم تھا۔ ایک دفعہ
ام المومنین حضرت ام حبیبہ نے اپنے ساتھ کھانے پینے
کی چیزیں لے کر حضرت عثمان تک پہنچنے کی کوشش کی مگر
مسلمانوں کے قلوب نور ایمانی سے خالی ہو چکے تھے انھوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا بھی پاس
دکھانا رکھا اور بے ادبی کے ساتھ مزاحمت کر کے واپس
کر دیا (طبری ص ۲۱۰) (از خلفائے راشدین ص ۲۱۰)

قتل عثمان
سالوں کی یلغار
نہنشاہ اور خلیفہ سے نجات حاصل کر سکیں۔ مگر یہ سب کچھ اس
آخر کار وہ وقت بھی آگیا کہ جب
عثمان کی شمع حیات خاموش کر کے
مسلمان سلطنت امویہ کے پہلے
نہنشاہ اور خلیفہ سے نجات حاصل کر سکیں۔ مگر یہ سب کچھ اس

و ات ہوا جب عثمان ثلاثہ پلان کے تحت اس شہنشاہی نظام کی
جوڑوں کو دور تک پھیلا چکے تھے جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ خواہشات
نفسانی کی تکمیل کو اسلام کا نام دے کر تعیش کی زندگی بسر کروا دیں
— پھر حال قتل عثمان کے واقعات معین الدین ندوی کے قلم سے
ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں

”چار باغی دیوار بچاند کر چھت پر چڑھ گئے آگے آگے
حضرت ابو بکر کے چھوٹے صاحبزادے محمد بن ابی بکر تھے۔
جو حضرت علیؓ کی آغوش تربیت میں پلے تھے یہ کسی بڑے
عہدے کے طلبگار تھے جس کے نہ ملنے سے حضرت عثمان کے
دشمن بن گئے تھے انھوں نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان کی
ریش مبارک پکڑ لی اور زور سے کھینچا۔ حضرت عثمان نے
فرمایا بھتیجے اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو پسند
نہ آتا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر شرما کر پیچھے ہٹ گئے اور
ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشیر نے آگے بڑھ کر پیشانی
مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے مار دی کہ پہلو کے
بل گر پڑے۔ — سودان ابن حمران مراد ہی نے
دوسری ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری
ہو گیا۔ ایک اور سنگدل عمرو بن ابی سہل پر چڑھ
بیٹھا اور اسکے مختلف حصوں پر پے در پے نیزوں کے

نورِ خم لگائے کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا
وفا دار ہو ہی حضرت نائلہ نے جو پاس ہی بیٹھی تھیں
ہاتھ پر روکا رہتیں انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں

(خلفائے راشدین ص ۲۴۵)

قارئین کرام یہ بات تو جانتے ہی ہیں کہ
قاتلانِ عثمان نہ صرف مسلمان بلکہ اکابر

صحابہ میں سے تھے۔ البتہ یہ
مستحقِ مسلمان

بیز ضرورت توضیح طلب ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے کس قسم سے تعلق رکھتے
تھے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت کی زندگی ہی میں دو قسم کے
مسلمان پائے جاتے تھے ایک وہ کہ جو آنحضرت کی تعلیم سے متاثر
ہو کر خلوص و عقیدت سے مسلمان ہوئے تھے۔ دوسرے وہ جو
حالات سے مجبور ہو کر جلبِ منفعت اور دفعِ ضرر کا خاطر مسلمان ہوئے
پہلی قسم کے مسلمانوں کو قرآن مجید نے ”مومنین“ اور دوسری قسم کے
مسلمانوں کو ”منافقین“ کے نام سے یاد کیا ہے۔ — آنحضرت کی
رحلت کے بعد پہلی قسم کے مسلمانوں نے نائب و خلیفہ رسول کے لئے
”عصمت“ اور ”نفس“ کی شرط قبول کی اور یہ لوگ ”شیعہ“
کہلانے لگے جبکہ دوسری قسم کے مسلمانوں نے نائب و خلیفہ رسول کے
لئے ”عصمت و نفس“ کے بجائے مسلمانوں کے صواب دید کو ضروری سمجھا

اور یہ لوگ "اہلسنت" کہلانے لگے۔ اہلسنت کے حلیل القدر
عالم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شیعوں اور سنیوں کا فرق بتاتے ہوئے
لکھتے ہیں :-

"تیسرا عقیدہ یہ ہے کہ علم و اجتہاد میں امام کو معصوم ہونا
ضروری نہیں اور عدد و گناہ ممتنع ہونا شرط امامت ہے
ہاں یہ البتہ ہونا چاہئے کہ نصب خلافت کے وقت وہ شخص
گناہان کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اور گناہان صغیرہ پر اصرار نہ
کرے۔ عدالت کے یہی معنی ہیں اور اہلسنت کا مذہب یہی ہے
شیعہ و امامیہ کہتے ہیں کہ علم و اجتہاد میں خطا اور گناہ
مے معصوم ہونا اس معنی میں شرط امامت ہے جو کہ مخصوص ہے
انبیاء کے لئے یہی شرط امامت ہے"

چوتھا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو خدا کی جانب سے منصوب ہونا
لازم نہیں۔ کیونکہ اس کا نصب کرنا مکلفین کے لئے واجب ہے
کہ بوقت حاجت مصلحت وقت کے موافق اپنی جماعت میں ایک
شخص کو اپنا رئیس بنالیں۔ شیعہ و امامیہ کہتے ہیں کہ امام
کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے لہذا ضروری ہے کہ خدا کی
جانب سے منصوب ہو۔

(تحفہ آئنا و عشریہ باب ہفتم مسئلہ امامت)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بتائے ہوئے مندرجہ بالا عقائد

اہلسنت کو امام اہلسنت عبد الشکور نے بھی تسلیم کیا ہے
 ان عقائد کی روشنی میں تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ عہد عثمانی
 میں مندرجہ بالا عقائد رکھنے والے مسلمان یعنی سنی مسلمانوں
 کی اکثریت تھی جو سب کے سب عثمان کے قتل میں شریک
 تھے۔ قاتلان عثمان کے سنی ہونے کا سب سے بڑا
 ثبوت یہ ہے کہ ان ہی لوگوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق
 حضرت علی علیہ السلام کو مجبور کیا کہ اب آپ تیارات و
 خلافت قبول فرمائیں۔ اگر یہ لوگ خلیفہ رسول کیلئے
 معصوم ہونے اور خدا کی طرف سے مقرر ہونے کو ضروری
 سمجھتے ہوتے تو حضرت علی علیہ السلام کو قبول خلافت
 کے لئے مجبور نہ کرتے۔ جیسا کہ آپ کے چند مخصوص احباب
 نے بعد رحلت رسول ہی آپ کو منصوص من اللہ امام تسلیم
 کر لیا تھا۔

یہودیوں کا قبرستان
 عثمان بن عفان کے دفن
 رکفن کے واقعات بیان
 کرتے ہوئے معین الدین
 مدفن عثمان بن عفان
 مذہب تحریر کرتے ہیں

”جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش
 آیا و دون تک لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔“

باغیوں کی حکومت تھی ان کے خوف سے کسی کو
 اعلانِ بدفن کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی رسیں
 کا دن گذر کر رات کو چند آدمیوں نے ہتھیلی
 پر جان رکھ کر تھیز و تکفین کی ہمت کی اور غسل
 دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں شہید
 مظلوم کا جنازہ اٹھایا اور کل سترہ آدمیوں
 نے کابل سے مراکش تک کے فرماں روا کے
 جنازہ کی نماز پڑھی۔ مسند ابن حنبل میں ہے
 کہ حضرت زبیر نے اور ابن سعد میں ہے کہ جبیر
 بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع
 کے چھ "حش کوک" (یہودیوں کے قبرستان)
 میں دفن کیا۔ (مخلفائے راشدین ص ۲۳۶)
 حقیقی۔ قاتلان عثمان کو "باغی" کے لفظ سے یاد کرنے
 علمائے اہلسنت اور مولف شہید انسانیت دونوں
 ہم زبان ہیں لیکن معلوم نہیں کن وجوہ کی بنا
 پر مقام دفن عثمان کے اظہار میں مولف
 شہید انسانیت علمائے اہلسنت سے زیادہ محتاط
 و دروازہ نظر آتے ہیں۔ علمائے اہلسنت نے تو
 واضح طور پر لکھ دیا کہ عثمان "حش کوک" میں

حضرت عثمان تین دن بعد قبرستان ہودہ میں
دفن ہوئے۔ (صواعق محرقة ابن حجر مکی)
تفصیلات کیلئے تاریخ و اقدی، قادیانے تارخیا
بنجاب فی معرفۃ الصحاب، سیرۃ حلبی اور صواعق محرقة
مطالعہ کیجئے

عثمان کی زندگی کے اور بہت سے عبرت انگیز
اقاات طول کے خوف سے ترک کر کے محترم قارئین
خدمت میں ان دشمنان اسلام و رسول اسلام کے
بات پیش کئے جاتے ہیں جن کو اسلام دشمنی صمد میں
ان نے ہر اعتبار سے قوت و اقتدار بہم پہنچایا۔
اسلام کش منصوبہ شلاشہ کی تکمیل کیلئے دشمنان
اسلام اور رسول اسلام کی حوصلہ افزائی

عثمان بن عفان کی دلچسپ مگر قابل عبرت زندگی کی جھلکیا
بہن کرنے کے بعد اگر ان لوگوں کا ذکر نہ کیا جائے جن کو عثمان
کے صرف اس بنام پر ہر ممکن طریقہ سے دولت و قوت بہم پہنچائی
اور عداوت رسول و آل رسول میں اپنا شل و تظہر
کھتے تھے تو صحیح کر دار عثمانی محترم قارئین کے سامنے

دفن ہوئے مگر مولف شہید انسانیت نے مقام
دفن کی پردہ پوشی کر دی — حیاتِ حیات
بہر طور تیسرے دن عثمان یہودیوں کے قبرستان
میں دفن ہوئے یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ ابو بکر اور
عمر کی طرح عثمان کی بھی جائے دفن کا بھی جو از ثابت نہیں
کیا جاسکتا ہے کچھ نہیں بتائی کہ کھس کو کب کے مکانوں سے اجازت لی گئی ہے

ناقص تدفین یہ درست ہے کہ اپنے مذہب
کی رو سے حضرات اہلسنت
کو حسب مصلحت اپنا خلیفہ بنانے اور پھر ناراض ہو جانے
کے بعد اس کو قتل کر دینے کا پورا پورا حق ہے لیکن
یہ بات تو ہر حال اقدار انسانیت سے انتہائی گری ہوئی ہے
کہ کسی کو قتل کر کے اس کی لاش درندوں کے رحم و کرم
پر چھوڑ دی جائے جیسا کہ حضرات اہلسنت نے اپنے تیسرے
خلیفہ عثمان بن عفان کے ساتھ کیا۔ ملاحظہ ہو
”جب حضرت عثمان قتل ہوئے تو ان کی لاش
تین دن تک مزبلہ پر پڑی رہی“

(دالستغاب فی معرفۃ الصحاب)

”حضرت عثمان کا لاشہ تین دن تک پڑا رہا یہاں
تک کہ ان کا ایک پاؤں بھی کتے کھا گئے“ (سیرۃ جلی)

ان کے گار۔ لہذا ایسے چند افراد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ
ایسے افراد پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے
مطابق امام یوسف کنبی کی کتاب "تاخیر الظلامہ الی یوم القیامہ"
ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

عزم عثمان
نام بنی امیہ کو داخل
جنت کر دوں
عقوان عثمان کے اس عزم
کہ ان کا کہتے ہوئے سالم ابن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ
عثمان نے کہا

"قسم ہے خدا کی اگر میرے ہاتھ میں بہشت کی کنجیاں
ہوں تو میں تمام بنی امیہ کو جنت میں داخل کر دوں
اور ہر آئینہ میں ان کو حاکم اور عمال مقرر کر دوں گا"
تاخیر الظلامہ الی یوم القیامہ

پھر حال عثمان کو جنت پر تو قابو تھا نہیں البتہ انھوں نے
دنیا دہائی فحشوں سے بنی امیہ کو نواز دینے میں کوئی قصور نہیں
کیا۔ ان کے محبوبین میں سے صرف چند کے حالات عبرت
پیش کئے جاتے ہیں۔

حکم بن عاص عثمان کے باب عفان کے حقیقی
 سرایہ رسول بھائی کا لڑکا حکم بن عاص اسلام
 اور رسول اسلام سے کتنی عداوت رکھتا تھا اس کا اندازہ
 صرف اسی ایک بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کی سرکشی
 اور ایذا رسانی سے تنگ آکر آنحضرت جیسے حلیم نبی
 نے اس کے واسطے دعائے بد کی تھی۔ اس کی ایذا رسانی
 پر کردار ہی اسلام دشمنی اور اس پر عثمان کی نظر انکسار
 کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

”حکم کہ معظہ میں آنحضرت کے پڑوس رہتا تھا یہ
 آنحضرت کا جانی دشمن تھا ہر وقت نئی تکلیفیں
 اور سخت سے سخت ایذاؤں پہونچایا کرتا تھا“

دسیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص ۱۶

”عبدالرحمن بن ابی بکر کا بیان ہے کہ حکم آنحضرت
 کی بزم میں آتا اور آنحضرت کی نقلیں اتار کرتا تھا
 اکیرتہ آنحضرت نے دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا ”ایسا
 ہکا ہو جا“ پھانچو وہ ویسا ہکا ہو گیا اور مرتے دم
 تک ویسا ہکا رہا“

”مالک بن دینار روایت کرتے ہیں کہ اکیرتہ آنحضرت
 ایک رات بیدار گذر رہے تھے حکم بن عاص آپ کے

پیچھے پیچھے انگلی سے مضحکہ خیز اشارے کرتا ہوا چل رہا
تھا۔ آں حضرت نے دیکھ لیا تو آپ نے بد دعا کر دی
جس کی وجہ سے وہ مرتے دم تک ویسا ہی رہا۔
۱۱ صابہ جلد ۱ ص ۲۱۵، سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص ۳۳۴، فائق رشتہ شری

جلد ۲ ص ۲۰۵ (

علامہ بلاذری اپنی مشہور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ
”حکم آں حضرت کا شدید دشمن تھا۔ شہد میں فتح مکہ
کے بعد اسلام لایا۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی آنحضرت
کا مضحکہ اڑاتا تھا۔ ایک مرتبہ آں حضرت اپنی کسی زوجہ
کے حجرہ میں تھے تو یہ باہر سے جھانکنے لگا۔ آں حضرت
نے باہر نکل کر ڈانٹا اور فرمایا کون مجھ کو اس طعنوں
سے نجات دلاتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا جہاں میں
رہوں یہ نہ رہے چنانچہ آپ نے اس کو طائف کی طرف
جلا وطن کر دیا۔ عہد ابو بکر اور عمر میں عثمان نے
حکم کی سفارتش کی لیکن حالات سازگار نہ ہونے
کی وجہ سے جلا وطنی ختم نہ ہوئی۔ مگر جب خود عثمان
خلیفہ ہو گئے تو انھوں نے حکم کو مدینہ واپس بلا
لیا۔ مسلمانوں نے جب اعتراض کیا تو ان سے کہہ
دیا میں نے آں حضرت سے اجازت حاصل کر لی تھی

عثمان کو تقریباً ساڑھے تیرہ سال کے بعد اجازت
کا خیال آیا یہ بھی خوب (مگر مسلمانوں نے عثمان
کے اس قول کو جھوٹ سمجھا۔

و خلاصہ کتاب الامتساب بلاذری جلد ۵ ص ۱۷۱

اسی طرح علامہ ابو عمر نے استیعاب فی معرفۃ الاصحاب
کی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں اور اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۲۲ میں نیز
السنن کی بہت سی معتبر کتابوں میں حکم کی اسلام و رسول
اسلام دشمنی کے واقعات موجود ہیں جن کو طول کے خیال
سے ترک کیا جاتا ہے۔

حکم پر مراعات عثمانی اب مختصر آئیہ بھی ملاحظہ ہو
کہ ایسے دشمن خدا اور رسول پر
ستی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان کئے ہر بان تھے۔
اور کس کس طرح انھوں نے حکم کو نوازا

”حضرت عثمان نے اسی حضرت کے شہر بدر کئے ہوئے
حکم کو دینے بلایا اور ایک لاکھ درہم عطا کئے“
(معارف ابن قتیبہ ص ۱۸۸ عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۷۱)

مرآۃ البھان یا فنی جلد ۱ ص ۱۵۵

علامہ بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔
”انھوں نے عثمان (حکم بن العاص) کو بخا قضا

مے زکوٰۃ وصول کرنے پر معین کیا۔ جب وہ تین
لاکھ درہم وصول کر کے لایا تو سب کے سب حکم
ہی کو بخش دیئے۔

صاحب تاریخ یعقوبی حسب ذیل عبرت انگیز واقعہ تحریر
کرتے ہیں۔

”عبداللہ بن یسار کا بیان ہے کہ بازار مدینہ کی
آمدنی وصول کرنے پر جو شخص معین کیا گیا تھا
میں نے دیکھا کہ ایک شام کو عثمان اس کے پاس
گئے اور کہا آج کی جتنی آمدنی ہے وہ حکم کو دید
حضرت عثمان کا قاعدہ تھا جب وہ اپنے اعزہ
کو کچھ دلوانا چاہتے تھے تو اپنے پاس سے نہیں
دیتے تھے بلکہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے۔

خزائنچی کے ذریعہ دلوا دیتے تھے۔ خزائنچی نے
کہا میں یہ رقم نہ دے گا عثمان نے کہا تم میرے
خزائنچی ہو تم کو عذر نہ ہونا چاہیے۔ خزائنچی نے
جواب دیا کہ میں آپ کا خزائنچی نہیں ہوں آپ جھوٹ
بول رہے ہیں۔ پھر پوچھا وہ خزائنچی جمعہ کے روز
جاکر عثمان نماز کے بعد خطبہ پڑھ رہے تھے آیا
اور کہنے لگا۔ لوگو! عثمان کہتے ہیں کہ تم میرے

خزائنچی ہو حالانکہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں
 یہ ہیں بیت المال کی کنجیاں میں واپس کرتا ہوں
 عثمان نے اس کو معزول کر کے زید بن ثابت
 کو خزانچی بنا دیا۔

بالکل ایسا ہی واقعہ زید بن ارقم اور عبداللہ
 بن مسعود کے ساتھ بھی پیش آیا تھا یہ دونوں بھی
 کچھ عرصہ تک بیت المال کے خزانچی رہے تھے۔ یہ
 تھا رسول دشمن حکم پر عثمان کی داد و دہش کا عالم
 ۔ اب تعجب نہ کیجئے اگر اولاد امیہ غلام عبداللہ بن
 اور دیگر مالی فائدہ حاصل کرنے والے عثمان کو "غنی"
 کے لقب سے یاد کریں۔

مروان ابن حکم مروان ابن حکم کا بیٹا اور عثمان کا
 بھتیجا اور داماد تھا۔ یہ
 بھی اپنے باپ کے ساتھ جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر جب
 عثمان تخت حکومت پر بیٹھئے تو انھوں نے ان حضرات کے
 حکم کی خلاف ورزی کر کے جو اب وصیت کی حیثیت رکھتا
 تھا حکم اور مروان کو مدینہ واپس بلا لیا۔ اور مروان کو
 وزارت عظمیٰ کا قلمدان سپرد کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اپنا
 بیٹی بھی سپرد کر دی۔ مروان پر لطف و عنایات عثمانی

کا یہ عالم تھا کہ وہ علاقہ فدک جو مسلمانوں کا مال کہہ کر
رسول کی ایکوٹی بیٹی جناب سیدہ صدیقہ عائشہؓ سے
پھین لیا گیا تھا مروان کو عطا کر دیا گیا۔

مروان سے عثمان کے تعلقات کچھ اس قدر پیچ و پیچ
تھے کہ وہ برائے نام خلیفہ رہ گئے تھے خلافت کا سارا
کام مروان ہی انجام دیتا تھا۔ مروان کی نگاہ رسالت
میں کیا وقت تھی اس کو زوجہ رسول عائشہ بنت ابوبکرؓ کا زہن
سے معلوم کیجئے۔

”عائشہ بنت ابوبکر کا بیان ہے کہ آنحضرت
نے مروان کے باپ حکم پر اس وقت لعنت فرمائی
جب مروان صلب حکم میں تھا لہذا وہ بھی لعنت
رسول کا ایک ٹکڑا ہے۔“

مسند رک حاکم جلد ۲، صفحہ ۲۲۵، تفسیر زبخشری جلد ۲
(ص ۹۹)، فائق زبخشری جلد ۲، صفحہ ۲۰۵، تفسیر ابن کثیر
جلد ۲، صفحہ ۲۳، تفسیر فتح الدین رازی جلد ۱، صفحہ ۲۹

اسد الغابہ، ہبایہ ابن اثیر وغیرہ)

مروان کے متعلق اکابر صحابہ کیا رائے رکھتے تھے یہ
معلوم کرنے کیلئے عبدالرحمن بن ابی بکر اور مروان کے
درمیان ہونے والے گفتگو کا مطالعہ کیجئے۔ خصوصاً

عائشہ بنت ابی بکر نے اس گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے جو فیصلہ کن بات کہی ہے وہ انتہائی فکر انگیز ہے۔

عبدالرحمن نے مروان سے کہا "کیا تم خود ملعون

اور ملعون کے بیٹے نہیں ہو اور تمہارے باپ پر

آں حضرت نے لعنت نہیں فرمائی"۔

عائشہ نے دونوں کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے

کہا کہ مروان! تمہارے باپ کے متعلق تو قرآن

مجید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے (ترجمہ) "ایسے

شخص کی بات کا اعتبار نہ کرو جو قسمیں زیادہ کھاتا

ہو، بے وقعت ہو، طعنہ دینے والا ہو اور بے حیا

کرتا ہو" (ترجمہ سورہ قلم آیت ۱۰)۔

عائشہ نے مروان سے یہ بھی کہا

میں نے آں حضرت سے سنا ہے کہ قرآن میں جس

شجر ملعونہ کا ذکر ہے اس سے مراد تم لوگ ہو۔ یعنی

بنی امیہ،

(تفسیر درمنثور، سیرۃ حلبیہ، تفسیر شوکانی،

تفسیر قرطبی وغیرہ)

اس سلسلہ میں آں حضرت کا ایک خواب بھی ملاحظہ کیجئے

یہاں پر یہ چیز ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ آں حضرت

جو خواب دیکھیں گے اس کو کم از کم مسلمان تو جھوٹا
کہہ کر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ وہ خواب یہ ہے
آن حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا
کہ میرے منبر پر آل امیہ اس طرح اچک رہا ہے
جسے بند رہا۔ اس خواب کے بعد آن حضرت
کو تبھی سنتے نہیں دیکھا گیا۔

(تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۵۱، تاریخ طبری جلد ۱ ص ۳۵۶)
روان کی اسلام دشمنی کے متعلق آن حضرت نے اس
وقت پیشین گوئی فرمائی تھی جب یہ اپنے باپ کے صلب
ہا میں تھا۔ کاش سنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان
کو آن حضرت کی پیشین گوئی بڑا اتنا ہی اعتماد ہوتا جتنا
کاہنوں اور نجومیوں پر تھا۔ مگر اعتماد کا سوال اس
وقت پیدا ہوتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ عثمان نیک
نیتا سے مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے عثمان کو تو ہر
ایسے شخص کو قوت و اقتدار بہم پہنچانا ہی تھا جو اسلام
کا بیخ کنی کر سکے۔

ہر طور پر روان کی پیدائش سے قبل ہی آنحضرت نے یہ پیشین
گوئی فرمائی تھی۔

عبید بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم لوگ پیغمبر کی

خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے حکم گذرا
 تو ان حضرت نے فرمایا "حکم کے صلب میں جو
 بچہ ہے اس سے میری امت عذاب میں مبتلا ہوگی"
 (مسند الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳، اصحابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ اکثر اہمال)
 مروان کی یہ لاش کے بعد ان حضرت نے جو کچھ ارشاد
 فرمایا وہ اہل بصیرت کیلئے لائق غور و فکر ہے۔
 "عبدالرحمن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو
 بچہ پیدا ہوتا تھا وہ ان حضرت کے پاس لایا جاتا
 تھا۔ چنانچہ مروان بھی لایا گیا تو ان حضرت نے
 فرمایا یہ بچہ کھلی کا بچہ پھینکیا ہے یہ ملعون کا بچہ
 ملعون ہے۔"

(حیوان جلد ۱ صفحہ ۲۹۲، عروق محرقہ صفحہ ۸۸)
 سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۷، مستدرک امام حاکم جلد ۴ صفحہ ۲۷۵)
 مروان بن عثمان کی
 بارگاہ رسالت ہونے کے متعلق
 نظر التفات، ثابت کیا جا چکا ہے اس پر
 عثمان کی نظر التفات کا یہ عالم تھا کہ عثمان نے اپنی بیٹی سہرہ
 کو دی اور جس طرح بھی ممکن ہوا عزت و توقیر و دولت
 خودت سے نوازنے میں کوئی قصور نہ کیا۔ عطاء اللہ ابن اثیر

کہتے ہیں کہ

”افریقہ کا آیا ہوا خمس جو پانچ لاکھ تھا وہ عثمان
نے مروان کو دے دیا“

دستار پنچ کامل جلد ۳ ص ۳۸۵، نخل شہستانی
علامہ حلبی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”عثمان نے مروان کو ایک لاکھ پچاس اوقیہ
(یعنی چالیس لاکھ دو ہزار درہم) عطا کر دیئے“
(سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۸۷)

اور ملاحظہ ہو

افریقہ کی جنگ سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا
جس کا خمس پانچ لاکھ اشرقیان تھیں وہ سب کے
سب اپنے داماد مروان کو دے دیا۔ اس

واقعہ کے متعلق عبدالرحمن بن حنبل کندی نے عثمان
کو مخاطب کر کے کچھ شعر کہے (جن کا ترجمہ یہ ہے)

تم نے حکم بن عاص کو جو طرید رسول تھا جس پر پیغمبر
نے لعنت فرمائی تھی مدینہ واپس بلا لیا۔ مقرب خدا

بنایا پھر مال خمس جو تمام بندگان خدا کا مال تھا
وہ تم نے حکم کے بیٹے مروان کو دے کر ظلم کیا

(اعراف ابن قتیبہ ص ۸۷، ابوالفدا جلد ۱ ص ۱۶۱، عقد العریض

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آنحضرت نے بنی امیہ کو خمس دینے کی ممانعت فرمائی تھی مگر عثمان نے بنی امیہ خصوصاً اپنے قرابت داروں کو مال خمس عطا کرتے وقت اس بات کو قطعاً نظر انداز کر دیا۔
— ممانعت کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

جبیر بن معطم کہتے ہیں کہ حضرت عثمان پیغمبرؐ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہؐ بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں اس لئے کہ آپؐ بنی ہاشم سے ہیں۔ لیکن خمس تقسیم کرتے وقت آپؐ نے بنو مطلب کو بھی شامل کر لیا۔ اور ہمیں محروم کر دیا۔ حالانکہ ہم اور بنو مطلب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لیکن بنو مطلب مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوئے نہ اسلام سے پہلے نہ اسلام کے بعد چنانچہ پیغمبرؐ نے مال خمس سے نہ بنی امیہ کو کچھ دیا نہ بنی نوفل کو۔

(صحیح بخاری جلد ۵ ص ۳۸، الاموال لابی عبد اللہؒ ص ۱۲۲)

سنن بیہقی ص ۳۱، سنن ابو داؤد ص ۳۱، مستدرک

امام احمد جلد ۴ ص ۵)

مستدرک بالادار وایت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ آنحضرت نے یہ واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ بنی امیہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی آنحضرت کے مخالف ہیں دوسرے یہ کہ ان کا کوئی نسب تعلق بنی ہاشم سے نہیں ہے۔

منا سب معلوم ہوتا ہے کہ محترم قارئین یہیں پر یہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ مروان نے شریعت اسلامی کو مٹانے کے لئے آپس شریعت میں کیا کیا تبدیلیاں کیں اور خلیفہ وقت یعنی عثمان نے اسے باز پر سے تک نہ کی "سعید خذری" کہتے ہیں جب مروان عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے کیلئے منبر کی طرف بڑھا تو میں نے روکا۔ اس نے جھڑک دیا اور منبر پر جا کر خطبہ شروع کر دیا بعد میں نماز پڑھاٹی۔ میں نے مروان سے کہا قسم بخدا تم لوگوں نے وہی کواٹ پلٹ دیا مروان نے کہا اے ابو سعید دستم جانتے ہو کہ خطبہ نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے اب وہ متروک ہو گیا ہے۔

ابو سعید نے کہا جو میں جانتا ہوں وہ کہیں بہتر ہے اس سے کہ جو نہیں جانتا۔ مروان نے کہا اصل قصہ یہ ہے لوگ عید کی نماز پڑھنے کے بعد

کھسک جاتے ہیں اور خطبہ نہیں سنتے اس لئے ہم
نے یہ طریقہ بدل دیا اور خطبہ نماز سے پہلے پڑھنے
لگے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۱، صحیح مسلم
جلد ۱ ص ۲۲۴، سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۳۶۶، سنن
بیہقی جلد ۲ ص ۲۵۶، مسند احمد ص ۱، سنن ابن دار

جلد ۱ ص ۱۷۸)

کیا یہ مذہب میں سیاست کی کار فرمائیاں نہیں ہیں کہ
صرف اپنی بات سنانے کیلئے سیرت سرور کائنات کو بدل
دیا جائے اور اصل مروان کا کوئی مذہب ہی نہ تھا۔ وہ
جو کچھ کرتا تھا اس کا مقصد تو صرف عثمان کی خوشنودی
اور استحکام حکومت تھا جیسا کہ علامہ وار قطنی نے مروان
کا ایک قول نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”ایک مرتبہ کسی نے مروان سے پوچھا کہ تم لوگ مہر و
بر علی کو برا بھلا کیوں کہتے ہو تو مروان نے جواب
دیا ”اس کے بغیر ہمارے حکومت مستحکم نہ ہوتی“

(صواعق مخرقہ ابن حجر کی ص ۲۳)

حارث ابن حکم حارث ابن حکم عاصم مروان
کے دوسرے داماد تھا۔ اس
کی زوجہ کا نام عائشہ تھا۔ حارث کو بھی عثمان نے بیت المال

سے مال مال کر دیا صرف اس وجہ سے کہ ان کا داماد اور
 علیؑ اور اولاد علیؑ کا جانی دشمن تھا در نہ تاریخ اسلام
 حارث کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں بتاتی جو عثمان کے
 لطف عنایات، شفقت و محبت بے پایان کا جو از پیدا کر کے
 مختصر آعثان کی داد و دہش کے چند ثبوت ملاحظہ ہوں۔
 ”عثمان نے حارث کو تین لاکھ درہم عطا کئے“

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵۵۵)
 ”حضرت عثمان نے مدینہ کے بازار کی آمدنی جو آنحضرت
 نے اہل مدینہ کیلئے وقف کر دی تھی وہ بطور
 جاگیر حارث کو عطا کر دی“

(محاضرات راعب اصفہانی، معارف ابن قتیبہ
 ص ۸۵ و عقد الفہرید جلد ۶ ص ۲۶۱)

”حضرت عثمان نے مدینہ کی بازار میں جو بھی مال
 فروخت ہوتا تھا اس کا دسواں حصہ حارث
 کو دلوایا تھا“ (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷۱)
 زکوٰۃ میں وصول ہونے والے اونٹ حضرت
 عثمان کے پاس لائے گئے وہ سب کے سب آپ
 نے مردان کو دے دیئے۔

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵۵۵)

سعید بن العاص سعید اس عاص کا لڑکا تھا جو آن حضرت کو ایذا میں پہنچانے میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ سعید کا باپ عاص حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا اس لئے سعید کو حضرت علیؑ سے خاص طور سے بغض تھا۔ اور اس بغض کو بڑھانے میں عمر ابن خطابؓ کا کافی ہاتھ تھا۔ اگر تہ عمر نے اپنی صفائی دیتے ہوئے سعید سے کہا تھا کہ تمہارے باپ کو میں نے نہیں بلکہ علیؑ نے قتل کیا تھا تفصیل کیلئے دیکھئے اصحاب ثلاثہ جلد ۲۵ حالات جنگ بدر) خود سعید حد سے زیادہ ادا اور عیاش نسیم کا آدمی تھا اس کا یہ قول مشہور ہے کہ "عراق کی سر زمین ہمارے چھو کر دن کیلئے باغات ہیں"۔

انہیں تمام وجوہ کی بناء پر عثمان کی نظر التفات سعید پر خاص طور سے رہتی تھی۔ سعید پر لطف و کرم عثمان دیکھ کر بعض صحابہ نے صدائے احتجاج بلند کیا تو عثمان نے یہ کہہ کر مال دیا

» میں نے سعید کو مال مال کر کے حق قرابت ادا کیا

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۲۸)

عثمان لقب بہ جامع القرآن کو یہ یاد رکھنے کی ضرورت

تھی کہ خداوند عالم اپنے رسول کے دشمنوں پر صلہ
رحم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا بلکہ ان کو
عذابِ آخرت کی بشارت دیتا ہے۔ (دیکھو قرآن)

ولید بن عقبہ ولید بن عقبہ کو عثمان نے گورہ
کوٹہ بنایا۔ ولید بن عقبہ کے کردار کی پوری کیفیت ملا علی
ابن برہان الدین حلبی شافعی نے کتاب انسان العیون فی سیرۃ
ابن ولید میں اس طرح بیان کی ہے ملاحظہ ہو۔

”ولید شاعر تھا، ظریف تھا اور شراب کا عادی تھا
اول شب سے صبح تک برابر شراب پیتا تھا اگر تہ
موزن نے اذان دیا، ولید مسجد میں گیا۔ اہل کوفہ
کو نماز پڑھائی۔ نشہ میں اس قدر چور تھا کہ
دو رکعتوں کی جگہ چار پڑھا دیں اور رکوع و
سجود میں کہتا جاتا تھا ”اشرب واستعفی“
یہاں تک کہ وہیں شراب میں تھے کہ وہ جب
افاقہ ہوا تو لوگوں سے پوچھا کیا میں نے تم لوگوں
کو زیادہ نماز پڑھا دیا۔ ابن مسعود جو علم
قرآن کے عالم تھے جاہل امام کے مقتدری کا تھے
وہ بے چین ہو گئے اور نہایت بری طرح ولید
سے مخاطب ہوئے ”خدا کبھی تیرے لئے نیکی

زیادہ نہ کرے ہم تو ہمیشہ تیرے پیچھے زیادہ
سناڑ پرٹھا کے ،

(ابوالفدا ص ۲۰۲، مدارج النبوة با اسناد صحیحین ص ۱۰۲۴)

علامہ بلاذری لکھتے ہیں۔

”جب ولید حاکم کوفہ ہو کر آیا اس وقت بیت المال
کے نگران عبداللہ ابن مسعود تھے۔ ولید نے
عبداللہ ابن مسعود سے ایک رقم کثیر قرض کے طور
پر مانگی۔ حکام اکثر قرض لیتے جب انھیں وظیفہ
مستحقا ادا کرتے تھے۔ عبداللہ ابن مسعود نے
ولید کو بھی قرض دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ اسی
کا مطالبہ کیا۔ ولید نے حضرت عثمان کو شکایت
لکھ بھیجی۔ حضرت عثمان نے ابن مسعود کو لکھا
کہ تم میرے خزاہی ہو۔ ولید نے جو کچھ قرض لیا ہے
اس کا تقاضہ نہ کرو اس سے قرض کرنا
مناسب نہیں۔ عبداللہ ابن مسعود نے کنجیاں
پھینک دیں اور کہا اب تک میں سمجھتا تھا کہ میں
مسلمانوں کا خزاہی ہوں۔ تمھارا خزاہی ہونا
ہے تو مجھے ملازمت منظور نہیں۔“

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۱۱)

اس واقعہ کے بعد علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود و علامہ عثمان کی غیر دینی سرگرمیوں اور اقربہ پروری پر نکتہ چینی کرتے رہتے تھے جس کی بناء پر ولید نے ان کی شکایت لکھ بھیجی۔ جس پر عثمان نے ان کی ایسی درگت بنائی جس کے تصور سے بھی وہ ننگے کھرے ہو جاتے ہیں۔ کردار عثمانی کا یہ تضاد انتہائی فکر انگیز ہے کہ وہ شریعت محمدیٰ اور دین الہی کے تباہ کرنے والوں کیلئے انتہائی رحم دل ہو جاتے ہیں اور اپنی ذات پر تلستہ چینی کرنے والوں کیلئے انتہائی سخت اور شقی القلب۔ جس کی متعدد مثالیں گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔

عبداللہ ابن مسرح عبداللہ ابن مسرح عثمان کا دودھ شریکا بھائی تھا۔ آنحضرت ابتداء میں اس سے وحی لکھوایا کرتے تھے۔ ولید کے لئے معتبر ترین کتابوں میں جو کچھ ملتا ہے اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

”عبداللہ ابن مسرح عثمان کا رضاعی بھائی تھا۔ ان حضرت کبھی کبھی اس سے وحی کے احکام لکھوایا کرتے تھے ان احکام میں رد و بدل کر دیا کرتا تھا۔ اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے درمیان کہا کرتا تھا کہ قرآن میرے ہاتھ میں ہے جیسا

کہو ویسا لکھ دوں جب اس حضرت کو اس کی
اطلاع ہوئی تو آپ نے تار اٹھایا ہو کر اس کو
مدینہ سے نکلوا دیا۔ یہ مکہ پہنچا اور کفار
سے مل کر پھر مرتد ہو گیا۔

یہاں تک کہ شدہ میں آن حضرت نے فتح مکہ
کیا اور اعلان فرمایا کہ عبد اللہ ابن مسرح کانٹوں
معات کرتا ہوں یہ جس جگہ بھی ملے مسلمان اس
کو فوراً قتل کر دیں۔ عثمان اس کو لے کر
بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اس
کی سفارش کی۔ اس حضرت نے کوئی جواب
نہ دیا یہاں تک کہ دوبارہ اور سہ بارہ
سفارش کی تو اس حضرت نے قبول فرماتے
ہوئے فرمایا۔ جب میں خاموش رہا تو اتنے
عرصہ میں کسی نے اٹھ کر اس کو قتل کیوں نہ کیا

(تاریخ طبری جلد ۴ ص ۲۲۵، ترجمہ مدارج النبوة

باز اسناد صحیح بخاری و مسلم ص ۲۶۳، تاریخ

ابو الفدا ص ۳۲۵ ترجمہ مدارج النبوة ص ۹۸۶)

اس تاریخی دستاویز کا خط کشیدہ جملہ خاص طور پر فکر

انگریز جو صاف صاف یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس حضرت

عبداللہ ابن سرح کے قتل کے منتظر تھے۔

یہ تھا عبداللہ ابن سرح بن کو عثمان نے افریقہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ مورخ ابوالفدا لکھتا ہے۔

”افریقہ کے متولی عبداللہ ابن سرح نے کچھ عرصہ تک تو خراج افریقہ کا پانچواں حصہ عثمان کو بھیجا پھر وہ پانچواں حصہ بھی مروان احکم نے اپنے نام لکھوایا گویا مالک افریقہ بنی امیہ کا خالص ہو گئے“
(تاریخ ابوالفدا ص ۴۰۷)

عثمان کی بے جا اپنے اہل خاندان کی داد و دہش کو دیکھ کر عبدالرحمن ابن کندی نے جو اشعار نظم کئے تھے ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

”تم خدا کی کوئی امر اللہ نے بے فائدہ اور لغو نہیں پیدا کیا تاکہ ہمارے آذناش ہو جائے۔
دونوں خلفا جو تجھ سے پہلے گزر چکے ہیں انھوں نے کبھی ایک دوسرے سے فریب سے نہیں لیا۔ تم نے ایک لعین کو اپنا قرب عطا کیا اور طریق گزشتہ کے خلاف راہ اختیار کیا۔ مروان کو پانچواں حصہ جو حق العباد تھا لوگوں پر ظلم کر کے دیدیا“
(تاریخ ابوالفدا ص ۴۰۷)

مولوی معین الدین ندوی بحوالہ طبری ص ۲۵۵ رقمطراز ہیں
 ”حضرت عثمان نے عبداللہ ابن سرح سے
 وعدہ کیا تھا کہ افریقہ کی فتح کے صلہ میں مال
 غنیمت کا پانچواں حصہ ان کو انعام دیا جائے گا
 اس لئے عبداللہ ابن سرح نے اس وعدہ
 کے مطابق اپنا حصہ لے لیا لیکن عام مسلمانوں
 نے حضرت عثمان کی اس قیاضی پر ناپسندیدگی
 ظاہر کی“

ایک اور روایت ہے کہ افریقہ کا خمس
 مدینہ بھیجا گیا تھا جو مروان کے ہاتھ پانچ لاکھ
 دینار میں بیچا گیا تھا۔ ابن اثیر نے ان دونوں
 روایتوں میں یہ تطبیق دیا ہے کہ عبداللہ ابن
 ابی سرح کو افریقہ کے پہلے غزوہ (شاید طرابلس)
 کے مال غنیمت کا خمس دیا گیا تھا اور مروان کے
 ہاتھ پورے افریقہ کی غنیمت کا خمس بیچا گیا“
 (خلفائے راشدین ص ۱۹۸ - ص ۱۹۹)

عبداللہ بن خالد
 عبداللہ عثمان کے تیسرے
 داماد تھے۔ اسلام دشمنی
 میں ان کا درجہ بھی بہت بلند تھا۔ ان کے ساتھ بھی

مراعات و عنایات عثمانی حد کو پہنچ چکی تھیں چند سو اے
لاکھ ہوں

حضرت عثمان نے اپنے تیسرے داماد عبد اللہ
بن خالد بن اوسید بن ابی العاص بن ابی امیہ کو
چار لاکھ درہم عطا کئے عبد اللہ ابن مسعود
نے اعتراض کیا تو عثمان نے اتنا مارا کہ ان کی
پسلیاں ٹوٹ گئیں

(عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۶۱، معارف ابن قتیبہ ص ۸۴)
علامہ بلاذری کا تحریر کرتے ہیں کہ
”زمانہ عثمان میں عبد اللہ بن ارقم صحابی رسول
بیت المال کے نذر اپنی سہ عثمان کے ایک لاکھ
درہم قرض لئے عبد اللہ بن ارقم نے اس کے
معلق ایک تحریر لکھوائی کیونکہ یہ مسلمانوں کا مال
ہے اور حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ و قاص
اور عبد اللہ ابن عمرؓ سے اس پر گواہیاں
لکھوائیں۔ کچھ ہی دنوں بعد عبد اللہ بن خالد
بن اوسید مکہ آئے اور اس کے ساتھ اس کے چند
دوست بھی تھے۔ حضرت عثمان نے عبد اللہ
کو تین لاکھ درہم اور اس کے ساتھیوں کو ایک

ایک لاکھ درہم بیت المال سے دلوئے کیلئے
عبداللہ بن ارقم کو ایک تحریر لکھ دی کہ اتنے
اتنے روپیہ ان لوگوں کو دے دو —

ابن ارقم کے نزدیک یہ رقمیں بہت زیادہ
تھیں۔ بیت المال برداشت نہیں کر سکتا تھا

انھوں نے عثمان کا حکم نامہ واپس کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے انھوں نے کہا کہ عثمان مثل

سابق پھر ایک تحریر لکھ دی کہ یہ مسلمانوں کا

مال ہے۔ حضرت عثمان نے ایسی تحریر لکھنے سے

انکار کر دیا۔ ابن ارقم بھی اڑ گئے۔

(اور نتیجہ ارقم کی معزولی نکلا)

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵۸، استیعاب

وامصاب حالات ابن ارقم)

پھر کچھ سوچ کر عثمان نے عبداللہ بن ارقم کو خوش

کرنے کیلئے تین لاکھ درہم بھیجے لیکن انھوں نے لینے سے

انکار کر دیا۔ اور ملاحظہ کیجئے

”حضرت عثمان نے عبداللہ بن خالد بن اسید

سے اپنی لڑکی بیاہ دی اور اس کو چھ لاکھ درہم

عطا کئے جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن عامر

کو لکھا کہ یہ رقم بصرہ کے بیت المال سے دیدہ
(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۳۵)

منصوبہ ثلاثہ کی جان معاویہ ابن ابی سفیان
کے متعلق چوتھے آئندہ ایک مستقل کتاب پیش کی جائے
گی اس لئے یہاں صرف اتنا ہی بتانا کافی ہے کہ ابو بکر
عمر اور عثمان کا مرتب کیا ہوا وہ "منصوبہ ثلاثہ" جس
کا مقصد صرف یہ تھا کہ

۱۔ تعلیمات اسلامی کو مٹا کر من مانی شریعت رائج
کر دینے کیلئے حقیقی مخالفین اسلام یعنی علیؑ اور
اولاد علیؑ کو پہلے تو ان کے مناسب سے ہٹا کر
ان کو بے اثر بنا دیا جائے پھر ایسی فضا پیدا
کی جائے کہ حاسیان منصوبہ ثلاثہ کی اسلحہ بند
طاقتیں اور خون آشام تلواریں کھل کر علیؑ اور
اولاد علیؑ کے خلاف استعمال کی جاسکیں تاکہ کوئی
حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے والا ہی باقی

نہ رہے

اس مقصد کے حصول کیلئے معاویہ ابن ابی سفیان سے
زیادہ مناسب اور کوئی ذات ممکن نہ تھی یہی وجہ

ہے کہ ابو بکر اور عمر دونوں نے اپنے اپنے دور حکومت میں معاویہ کو قوت و اقتدار بہم پہنچانے کی ہر ممکن سعی کی اور آخر میں عثمان نے تو معاویہ کو ایسی عظیم طاقت بنا دیا کہ وہ خود مختار اور مطلق العنان شہنشاہ ہی نہیں بلکہ خلیفہ المسلمین کی حیثیت اختیار کر گیا۔ مصر کے مشہور سنی عالم عمر ابو النصر المعاریہ میں لکھتے ہیں

”حضرت ابو بکر صدیق نے معاویہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان کو ان چار لشکروں میں سے ایک کا امیر مقرر فرمایا تھا جو آپ نے رومیوں سے لڑنے کیلئے شام بھیجے تھے۔“

حضرت عمر فاروقی نے یزید کو دمشق کی فتح کے بعد وہاں کا حاکم بنا دیا تھا اور دمشق کا نواحی علاقہ بھی انھیں کے ماتحت کر دیا تھا۔ یزید کی وفات ۳۸ھ کے بعد حضرت عمر نے ان کی جگہ ان کے بھائی حضرت معاویہ کو دمشق اور اس کے نواحی علاقہ کا امیر مقرر کیا۔ جب خلافت کی باگ ڈور حضرت عثمان کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے حضرت معاویہ کو نہ صرف

ہستور و مشق کا حاکم بنائے رکھا بلکہ شام کا صوبہ
 بھی آپ کی سپردگی میں دے دیا۔ حضرت عثمان
 کے عہد میں حضرت معاویہ نے شام میں اپنے
 قدم خوب مضبوط کر لئے،

معاویہ مترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی ص ۲۸)

عثمان نے معاویہ کو کس کس طرح قوت و اقتدار بہم
 پہنچایا تاکہ وہ علیؑ اور اولاد علیؑ کو منصوبہ ثلاثہ کے تحت
 کمزور و بے اثر بنا سکے یہ معلوم کرنے کیلئے مصر کے مشہور
 محقق اور صاحب قلم ڈاکٹر طاہر حسین کے انکشافات
 ملاحظہ فرمائیے۔ طاہر حسین لکھتے ہیں

”عثمانی عہد میں امیر معاویہ تمام گورنروں سے
 زیادہ خوش نصیب اور ہر حیثیت سے کامیاب
 گورنر تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دمشق کا حاکم
 بنایا تھا۔ جب ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان
 کا انتقال ہوا جو اردن کے حاکم تھے تو حضرت
 عمرؓ نے ان کا کام بھی امیر معاویہ کے سپرد
 کر دیا۔ ابو سفیان نے اس پر حضرت عمرؓ کا
 شکریہ ادا کیا۔ بات صرف اتنی تھی
 کہ آپ (عمرؓ) نے معاویہ میں قابلیت، ہمت،

اور دور اندیشی دیکھی اور چاہا کہ اردو ن کا کام
 سنبھال لیں پختونچہ استغون نے سنبھال لیا
 حضرت عمر کی وفات کے وقت ان دونوں شہروں
 کے حاکم امیر معاویہ تھے۔ حضرت عثمان نے ان
 کو یہ دستور باقی رکھا۔ اس کے بعد فلسطین
 کے حاکم علقمہ کنانی کا انتقال ہوتا ہے اور
 حضرت عثمان فلسطین کی حکومت بھی امیر معاویہ
 کو سپرد کر دیتے ہیں۔ پھر حمص کے فاروقی
 حاکم عمیر بن سعید انصار بھی ہمارے ہوتے ہیں
 اور حضرت عثمان سے استعفاء کی درخواست
 کرتے ہیں حضرت عثمان ان کی درخواست منظور
 کر کے حمص کی حکومت بھی امیر معاویہ کے حوالہ
 کر دیتے ہیں۔ اس طرح شام کی سرزمین تمام
 و کمال حضرت معاویہ کے زیر حکومت آجاتی ہے
 اور وہ عثمانی عہد کے سب سے زیادہ اہم اور
 عظیم الشان گورنر بن جاتے ہیں۔ ان کی حکومت
 میں چار بڑے شہر جمع ہو جاتے ہیں اور
 جعفر افیائی مرکز کے اعتبار سے ان کی قوت غیر
 معمولی حد تک بڑھ جاتی ہے۔ پس ان کے

امکان میں تھا کہ وہ اپنی شان بلند کریں اور حلو
 کی بھی اور اپنے لئے عزت کا ایسا بلند مقام حاصل
 کریں جہاں تک کسی گورنر کی رسائی نہ ہو سکے۔
 امیر معاویہ کا دور شام میں کافی لمبا دور رہا
 حضرت عمرؓ کی پوری خلافت پھر حضرت عثمانؓ کا
 پورا عہد اس طویل مدت میں ان کو شام کے
 جاننے پہچاننے کا کافی موقع ملا۔ وہ شام والوں
 سے خوش اور شام والے ان سے خوش تھے۔
 پھر دونوں خلیفہ بھی ان سے راضی رہے۔ اور
 حکومت کی طویل مدت نے ان کو گورنر نہیں۔
 بادشاہ جیسا بنا دیا تھا۔ خلافت کی تاریخ ایسا
 کوئی گورنر نہیں جانتی جس کی حکومت ان کی حکومت
 کی طرح طویل مضبوط اور بتدریج وسعت پذیر
 ہوئی ہو۔ پس کوئی حیرت کی بات نہ ہوگی اگر وہ اپنی
 کو کا سیاب اور خوش قسمت تصور کریں۔ وہ دیکھتے
 تھے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں وقتاً
 فوقتاً حاکموں کی برطرفی ہو رہی ہے اور وہ اپنی
 جگہ پر ابر جمے ہوئے ہیں اور یکے بعد دیگرے صوبے
 ان کی حکومت میں ضم ہو رہے ہیں۔

حضرت عثمان جب کسی کو اپنی یا اپنے گورنر کی مخالفت کی وجہ سے جلا وطن کرنا چاہتے تو خواہ وہ مدینہ کا ہو اس کو شام بھیج دیتے آگے چل کر تم کو معلوم ہو گا کہ جب آپ ابوذر سے تنگ ہوئے تو ان کو شام بھیج دیا تاکہ مدینہ کے لوگ ان کی زبان اور ان کی تحریک سے محفوظ رہیں۔ پس امیر معاویہ کا تدبیر اور ان کی دوراندیشی وہ سہارا تھا جو حضرت عثمان اس وقت لیتے جب اپنے یا اپنے عمالی کے کسی شدید مخالف کو سیدھا کرنا چاہتے۔ اور ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ امیر معاویہ خود حضرت عثمان سے بھی بڑے مدبر اور دوراندیش تھے۔

امیر معاویہ نے اپنی کامیابی اور خوش قسمتی سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی چنانچہ وہ اس چین سے بیٹھے صرف حکومت کے کاموں پر قانع نہیں رہے (اس کے بعد فاضل مصنف معاویہ کی فوجی ترقیوں اور طاقت کے ذریعہ اقتدار پر قرار رکھنے کا تذکرہ کر کے فیصلہ کن بات لکھتے ہیں) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمان ہی نے

امیر معاویہ کیلئے وہ راستہ ہموار کیا جس پر چل کر
ان کو موقع ملا کہ وہ ایک دن ابو سفیان کی اولاد
میں خلافت منتقل کر کے اس کو بنی امیہ کیلئے مستقل کر دیا
حضرت عثمان ہی نے حمص اور فلسطین کو ضم کر کے
امیر معاویہ کے حدود حکومت میں وسعت کر دی اور
ایک شامی وحدت بنادی جس کے گوشے دور
دور تک پھیلے ہوئے تھے حضرت عثمان ہی نے چار
بڑے بڑے مرکزی شہروں کی قیادت ان کو دی
جس کی وجہ سے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور سب
سے قوی فوج ان کے قبضے میں تھی۔ پھر حضرت عثمان
اپنی خلافت کے پورے دور میں حکومت کے معاملات
میں ان کو موقع دیتے رہے جیسا کہ حضرت عمر
دیار۔ پھر شام کے معاملات میں اسفہوں نے حضرت
عمر سے بھی زیادہ ان کو اختیار و آزادی دے
دی پھر جب تختے کے دن آئے (یعنی قتل عثمان
کا زمانہ) تو امیر معاویہ نے دیکھا کہ حاکموں میں وہ
سب سے زیادہ پرانے گورنر ہیں۔ ان کی فوج سب
سے زیادہ طاقتور فوج ہے اور تمام حاکموں سے
زیادہ وہ اپنی رعایا پر قابو رکھتے ہیں۔ (اگر عثمان

معاویہ کو اتنا با اثر اور با اقتدار نہ بنادیتے، تو
 فتنوں کی آگ بھڑک اٹھنے پر معاویہ من مانے اقدامات
 نہ کر سکتے۔ لیکن امیر معاویہ کو ان کی وسیع اور
 مضبوط حکومت نے قدم جمانے کا موقع دے دیا
 اور ایسی فرصت پیدا کر دی کہ وہ مصر میں اپنا
 آدمی بھیج کر اس کو مرکزی خلافت سے الگ
 کر دیں۔ حجاز اور دوسرے بلاد عربی میں حضرت
 علیؑ کے خلاف اپنی حمایت کی فضا پیدا کریں۔
 اور جب حضرت علیؑ آنکھ کھولیں تو ان کو معلوم ہو
 کہ امیر معاویہ حکومت کے بہترین شہروں اور صوبوں
 پر قابض ہیں۔

والفتنۃ الکبریٰ مترجمہ عبد الحمید نعمانی ص ۶۹ تا ۷۲

ڈاکٹر طاہر حسین نے یہ بات بالکل واضح کر دی کہ خلفائے ثلاثہ
 خصوصاً عثمان نے معاویہ کو اس قابل بنادیا کہ وہ حضرت علیؑ
 کے مقابلہ میں کھل کر آسکے اور وہ طویل المیعاد منصوبہ جس کو
 ہم ثلاثہ پلان کے نام سے یاد کرتے آئے ہیں اس کو پایہ تکمیل
 تک پہنچانے کیلئے خود صفین کی لڑائی لڑے اور اپنے عیاش
 و بد کردار شرابی و زانی بیٹے یزید کو آل محمدؐ اور شریعت
 اسلامی کا خون بہانے کیلئے سخت کوششیں کرتے ہوئے بٹھا دیا۔

معاویہ کا اسلام
تو ارباب صفات سے حاصل
اسلام دشمنی اور خصوصیت
مندان رسول اسلام کے ساتھ اصحاب ثلاثہ کی
تربیت نے معاویہ کی اسلام دشمنی کو جس منزل پر پہنچا دیا
تھا تاریخ اسلامی ان حقائق سے مملو نظر آتی ہے۔ منہج
قارئین اس سلسلہ میں صرف ایک ہی واقعہ ملاحظہ فرمائیں
جس کے مطالعہ کے بعد بہت سے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

اس طرف بن مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے
باپ مغیرہ کے ساتھ معاویہ کے پاس دمشق گیا میرے
باپ کا دستور تھا، رات کو دربار میں جانا اور واپس
آکر مجھ سے معاویہ کی عقل و فراست کا تذکرہ کرتا
اور جن امور کا اس سے مشاہدہ کرتا اس پر حیرت
کیا کرتا تھا ایک روز شب کو بہت زیادہ سست
واندوہ گئیں واپس آئے اور کھانا وغیرہ کچھ نہ کھایا
مقررہ دیر تک میں یہ سمجھ کر کہ ہم پر کوئی حادثہ گزرتا
گیا یا کوئی بات بگڑ گئی خاموش انتظار کرتا رہا لیکن
کب تک چپ رہتا ہوا آخر اس غم اور خاموشی کا
سبب پوچھ بیٹھا جواب دیا کہ بیٹا میں اس وقت
سب سے بڑی غمناک بات سے پاس سے آ رہا ہوں

میں نے پوچھا آخر وہ خباثت کیا ہے۔۔۔۔۔
 جواب دیا کہ میں اس وقت معاویہ کے پاس تخیلہ
 میں تھا موقع غنیمت سمجھ کر میں نے کہا کہ اے
 امیر المومنین آپ نے اپنی آرزوؤں کو پالیا،
 حکومت مل گئی، اب بڑھاپا آگیا اگر آپ عدل
 و انصاف اور نیکی اور بھلائی کریں تو بہت اچھا
 ہوتا اس کے علاوہ اب آپ اپنے ہاشمی بھائیوں
 کے ساتھ صلہ رحمی فرمائیے کیونکہ قسم خدا کی
 آج وہ اس قابل رہ ہی نہیں گئے جس سے خوف
 کیا جائے یہ سن کر وہ کہنے لگے ہائے افسوس!
 کیوں چھیڑا، دیکھو قبیلہ تیم کے بھائی (ابوبکر) کو
 حکومت ملی انصاف اور جو کچھ چاہا کیا مگر بخدا کیا
 فائدہ، ان کی موت کے ساتھ ان کا ذکر بھی مر گیا
 اب کہنے والا صرف "ابوبکر" کہہ کر یاد کرتا ہے
 اس کے بعد قبیلہ عدی کے بھائی (عمر) کو حکومت
 ملی بڑی کدوکا دش کی، آن بان سے دس سال
 تک حکومت کی لیکن بخدا نتیجہ میں ان کا بھی یہی
 حشر ہوا کہ ان کے ہلاک ہونے پر ان کا ذکر بھی
 مر گیا اور کہنے والا عمر ہی کہہ کر یاد کرتا ہے انکے

بعد ہمارے بھائی عثمان کو سلطنت ملی بیشک یہ
 ایسے تھے کہ باعتبار نسب سب کے سب بہتر تھے کوئی
 ان کا مثل نہ تھا انھوں نے بھی جو چاہا کیا مگر ان
 کے مرنے پر ان کا ذکر بھی مر گیا لیکن قبیلہ بنی ہاشم
 کے بھائی (حضرت محمد) کا ذکر خیر زندہ ہے
 اور روزانہ پانچ مرتبہ "مؤذن" اشھد
 ان محمد اس رسول اللہ کا اعلان کرتا ہے
 اب بتاؤ کہ مقابلے میں کس کا کام یا نام باقی رہ
 سکتا ہے؟

تاریخ مروج الذهب علامہ مسعودی جلد دوم
 ص ۲۴۱ طبع اول مصر النکاح الکافیہ محمد بن غفیل (۹۱۳)
 مندرجہ بالا واقعہ سے حسب ذیل امور کا انکشاف ہوتا ہے
 ۱۔ معاویہ عثمان کو ابو بکر اور عسکری نسبتی حیثیت سے بلند
 سمجھتا ہے اور بلا واسطہ طریقہ سے ابو بکر و عسکری

قدح بھی کرتا ہے۔
 ۲۔ معاویہ کے عہد حکومت میں عدل و انصاف کا نام و
 نشان بھی نہ تھا۔

۳۔ معاویہ کا سلوک بنی ہاشم کے ساتھ بدترین تھا۔
 ۴۔ معاویہ آنحضرت کی برتری کو بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا۔
 اور اس کو آپکی رسالت کی گواہی بھی گراں گذرتی تھی

معاویہ کے انھیں رجحانات کو محسوس کر کے عمرو عاص اہل مصر کو ہدایت کی تھی کہ جب وہ معاویہ کے دربار میں جائیں تو یا رسول اللہ کہہ کر سلام کریں۔ تفصیل کیلئے طبری ملاحظہ کیجئے۔

معاویہ پر عثمان کی عنایات اور معاویہ کا وہ روپ کے اسلام کی حقیقت معلوم ہو جانے جو اس کی بہن نے بتایا بعد محترم قارئین یہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ معاویہ کس چال چلن کا آدمی تھا تاکہ سیر عثمانی اور اُجاگر ہو سکے چنانچہ مولوی احمد شاہ لاہوری لکھتے ہیں۔

”یزید اپنی کنواری بھوپھی پر عاشق ہو گیا اور اپنے عشق کو اس سے چھپائے رکھا ایک دن وہ اپنی بھوپھی کو لیکر باغ میں گیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر حکم دیا کہ ساند گھوڑا مست گھوڑی پر چھوڑا جائے۔ جب گھوڑے نے جھتی لی اور اس کی بھوپھی نے دیکھا تو وہ بے تاب ہو گئی یزید نے اس کی مستی کو تار لیا اور بھوپھی کو وہاں سے الگ لے جا کر ایک خاص مقام پر اس سے منہ کا لایا لیکن جب اس کو باکرہ نہ پایا تو اس سے سبب پوچھا۔ کہا کہ ترے باپ نے کسی کو کنوارا نہیں چھوڑا۔“

منافق فاخرہ ص ۹۶ —————
 عمار
 مطبوعہ نظامی پریس۔ ناشر ادارہ تحفظ حیات
 لکھنؤ



MAAB 1431

مرکز حیات اسلامی

maablib.org